# تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۱ | ۱۰ جنوری ۱۹۹۴ء مطابق ۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ | شمارہ نمبر ۵



سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمود الازہار ندوی

مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی

ڈاکٹر ہارون رشید



زر تعاون ملکی

سالانہ ۱۰۰ روپے

فی شمارہ ۵ روپے

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93

ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں


اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں


پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے گوپال آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا




درس حدیث

# ایمان کی مٹھاس


ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ: شمس الحق ندوی


(۱)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان. أن يكون الله ورسوله أحب اليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه الا لله. وأن يكره أن يعود في الكفر بعد أن أنقذه الله منه كما يكره أن يقذف في النار" (متفق علیہ)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے اندر تین صفات پائی جائیں گی ان کی وجہ سے اس شخص کو ایمان کا لطف حاصل ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے زیادہ اس کو محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ شخص جس شخص سے بھی محبت کرے اللہ واسطے محبت کرے۔ تیسرے یہ کہ وہ ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرتا ہو جتنا یہ کہ [illegible] ڈالا جائے۔ (متفق علیہ)

[illegible] فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت عظیم [illegible] اور اصولی چیزوں میں سے ایک ہے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان کی مٹھاس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان پر عمل کرنے اور ان کی خوشنودی کی خاطر مشقت جھیلنے میں لطف و مزہ آئے اور دنیا کی چیزوں پر وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی پسند و ناپسند کو مقدم رکھے اس پر ترجیح دے۔ اللہ سے بندہ کی محبت یہ ہے کہ اس کے حکموں پر چلے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے یہی مطلب محبت رسولؐ کا بھی ہے۔

ایمان کی مٹھاس و مزہ کی پہچان یہ ہے کہ بندہ مومن کے دل میں یہ یقین جم جائے کہ پیش آنے والی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کو جو پریشانی یا خوش حالی پیش آئی ہے وہ مقدر تھی اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز اس کو نہ پہنچی اس کا نہ پہنچنا یا نہ ملنا پہلے سے مقدر تھا اگر سارے لوگ مل کر اس کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہتے تو اس پر قادر نہیں تھے بس وہ اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرمایا ہے اور اسی طرح اگر تمام لوگ مل کر اس کو کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے بس اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ"

کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے کہ خدا نے ہمارے لیے لکھ دی ہو وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو خدا ہی کا بھروسہ رکھنا چاہیے۔

ایمان کے لطف و مزہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ مومن غیر اللہ کے خوف، بزدلی، جزع و فزع سے آزاد ہو اور صبر و ثبات، ہمت و جوانمردی اور مہم جوئی کے جذبات سے آراستہ ہو، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعویٰ میں وہی شخص سچا ہے جس کا ایمان یقین کی دولت سے بہرہ ور ہو اور اس کا نفس اس پر مطمئن ہو، دل میں ایمان کی ایسی بشاشت سمائی ہو جو اس کے رگ و ریشہ میں دوران خون کی طرح جاری و ساری ہو، ایسے ہی شخص کو ایمان کی مٹھاس اور اس کا لطف حاصل ہوتا ہے اور فرمایا اللہ واسطے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ محبت دل کی پسند و ناپسند کا اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کے تابع ہو جانے کا نام ہے یعنی انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے بندہ بھی اس کو ناپسند کرے۔

حلاوت ایمان کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندہ کے لیے رزق میں کشادگی فرما دیا کسی اور کے بس میں یہ نہیں تھا کہ اس کو روکتا اور کوئی شخص جب تک اپنا رزق پورا نہ کرے اور موت کے مقررہ وقت سے پہلے کی مدت گذار نہ لے اس کی موت نہیں آسکتی۔ حلاوت ایمان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مسلمان دنیا کی بہت زیادہ حرص اور اس کی طلب میں ہمہ وقت سرگرداں رہنے سے محفوظ ہو، اسی طرح وہ نفسانی لالچ، بخل اور خرچ کرنے کے موقع پر کم خرچ کرنے کے مرض سے دور ہو، بلکہ اس کے اندر جود و سخا، دوسروں کو اپنے پر مقدم رکھنے اور دینے کا شوق و جذبہ پایا جاتا ہو، وہ قناعت اور بقدر ضرورت ہی کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہو۔

حاصل کلام یہ کہ دل میں ایمان کی ایک خاص لذت اور لطف کی کیفیت پائی جاتی ہے جو تقریباً شعوری اور حسی مٹھاس جیسی ہوتی ہے بلکہ اکثر اس سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے جس سے نہایت کڑوی چیز کو دفع اور دور کیا جا سکتا ہے اس کا ادراک و احساس اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو۔


(باقی ص ۱۶ پر)

# اس شمارہ میں


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | درس حدیث | شمس الحق ندوی |
| ۲ | پولیس اور پریس | ع۔ ع۔ ن |
| ۳ | نمازیں سنّت کے مطابق پڑھئے !!! | مولانا محمد تقی عثمانی |
| ۴ | ناظم ندوۃ العلماء کا پیغام | حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی |
| ۵ | ڈنمارک کے سفیر کا قبول اسلام | مقبول احمد ندوی |
| ۶ | سمرقند و بخاری کی بازیافت | مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی |
| ۷ | امریکن آرمی | محمد ابراہیم ندوی |
| ۸ | آہ! مولانا بشیر حسین صاحب | مولانا محمد خالد ندوی |
| ۹ | مجلس نظامت ندوۃ العلماء کی کارروائی | (ادارہ) |
| ۱۰ | سفر قادیان | مولانا محبوب الرحمٰن ازھری |
| ۱۱ | سوال و جواب | محمد طارق ندوی |
| ۱۲ | ایک عظیم دینی و علمی اجتماع | مولانا تقی الدین ندوی |
| ۱۳ | عالمی خبریں | سعید اشرف ندوی |
| ۱۴ | ندوہ کے شب و روز | محمد ابوالبقاء |
| ۱۵ | نزھۃ الخواطر۔ ایک تعارف | |






اداریہ

# پولیس اور پریس

ہمارے ملک کی پولیس کس درجہ چوکنا، فرض شناش اور قانون کی محافظ ہے۔ اس کا اندازہ کرنا ہو تو دو سال پہلے (نومبر ۱۹۹۰ء) کے "انڈیا ٹوڈے" میں بمبئی کے قحبہ خانوں کی باتصویر داستان دیکھئے، جہاں بارہ سال سے کم عمر کی لڑکیاں جسم فروشی کے لئے آئے دن فروخت ہوتی رہتی ہیں اور سارا کاروبار انہی محافظینِ قانون کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوتا ہے۔

فسادات کے نام پر مسلم کشی کا سلسلہ ہندوستان کی آزادی کے دن سے شروع ہوا۔ تو کوئی سال ایسا نہیں گذرا جس میں مسلمانوں کا خون برسات کے پانی کی طرح نہ بہایا گیا ہو۔ دوکانیں اور گودام لوٹ کر انکو خاکِ سیاہ نہ کر دیا گیا ہو جہاں۔ جہاں مسلمانوں کو ابھرتا ہوا صنعتی لحاظ سے ترقی کرتا ہوا دیکھا گیا۔ پولیس ایکشن عمل میں آگیا اور اس کو فسادات کا نام دیا گیا۔ اخبارات نے ضمناً کسی کونے میں ایک معمولی واقعہ کے طور پر اس کا ذکر کر دیا کون سا صوبہ اور صوبہ کا کون سا ضلع بچا ہے جہاں خونِ مسلم سے ہولی نہ کھیلی گئی ہو۔ اگر ہزار قتل ہوئے تو دس بتایا گیا۔ اخبارات تو اس ملک میں ہندی اور انگریزی ہی کے اخبارات ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں اور جن کو ملکی اور غیر ملکی سب پڑھتے ہیں۔ اردو کے علاقائی اخبارات میں اگر ظلم و ستم کی خبر شائع بھی ہوئی تو انکا پڑھنے والا کون ہے۔ خود یہی مظلوم اور مقتولین کے وارث یا چند چائے خانوں میں وقت گذارنے والے نیم خواندہ مسلمان۔ نسوانیت اس ملک میں جس درجہ حیوانیت کے ساتھ روندی گئی ہے، اسکی مثال دنیا کے کسی مہذب یا غیر مہذب خطہ میں نہیں دیکھی گئی ہوگی، گذشتہ سال ہی کی تو بات ہے کہ جب کتوں اور گدھوں کی طرح برسرِ عام نسوانیت نہیں۔ انسانیت کی آبرو لوٹی گئی۔ اس کی ویڈیو فلم تیار ہوئی، فحش مباحات کے ساتھ سینہ تان کر قانون کے محافظ دیکھتے رہے۔ تالیاں پیٹتے رہے۔

انہی قانون کے محافظوں کا دوسرا رُخ بھی دیکھئے:

حیدرآباد کے ایک غریب رکشہ چلانے والے مسلمان کی ۲۰ سالہ لڑکی سے ایک سعودی عرب کے ۳۴ سالہ شہری نے شادی کرلی۔ یہ شادی رات کے اندھیرے میں چوری چھپے نہیں، بلکہ مجمع عام میں نکاح ہوا۔ ایک مستند قاضی نے نکاح پڑھایا مہر کی رقم نقد ادا کی گئی۔ جیساکہ عربوں کا قاعدہ ہے، ہندوستان کی طرح مہر کا نام دَین مہر نہیں ہوتا جو عمر بھر دَین میں رہے، مہر کی رقم سے لڑکی کے باپنے ان لوگوں کو بھی کچھ دے دلا کر خوش رکھا جو اس رشتہ میں واسطہ بنے تھے۔ اب آپ اپنی پولیس اور چوکسی کے کارنامے دیکھئے۔ یہی پولیس جس کو گلیوں اور نالیوں میں مسلمانوں کا بہتا ہوا خون نظر نہیں آتا۔ سرد لاشوں سے پٹے ہوئے کنوئیں نظر نہیں آتے، جسم فروشی کے اڈوں پر نوخیز بچیاں نظر نہیں آتی ہیں۔ جنکو جنسی درندگی کے لئے برسرِ عام پیش کیا جاتا ہے۔ یہی پولیس ایک ۲۰ سالہ مسلمان عورت کی آنکھوں سے بہتا ہوا آنسو دیکھ لیتی ہے۔ اور وہ آنسو جس کو بہانے والی آنکھ برقعہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ اور فوراً "موقع واردات" پر

اپنے کارنامے کا آغاز کرتی ہے، عرب شہری کی بیٹیاں اور اس کا ہمعمر زاد بھائی اور خود اس عرب کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ نکاح کو سفاح قرار دیا جاتا ہے مہر کی رقم کو عورت کی قیمت اور ۲۰ سالہ کو ۱۶ سالہ کہکر ایک معصوم بے زبان نابالغ بچی کہا جاتا ہے اس سے زبردستی فرضی بیان پر جس کو وہ پڑھ نہیں سکتی دستخط اور انگوٹھے کے نشان لئے جاتے ہیں پولیس کی مہارت کا یہ قصہ اخباروں میں آیا تو مہابھارت بن گیا۔ ٹائمس آف انڈیا کے صفحہ اول پر سب سے پہلی اور نمایاں تصویر انہی تینوں گرفتاران بلا کی تھی ہندوستان ٹائمس میں کمسن تصویریں تین زاویوں نمایاں کی گئیں اندونوریل، صحافتی تجزیہ، خطوط بنام ایڈیٹر کے کالم گویا موضوع ہی بن گیا مسلمانوں کو رسوا کرنے اور ان کو بین الاقوامی سطح پر بدنام کرنے کا موقع ان کو پولیس کی چابکدستی نے عطا کر دیا، غم وغصہ سعودی عرب کے خلاف ہے جو افغانستان میں مجاہدین کا معاون تھا یا مسلمانوں کے تمام مسائل و مشاکل کو سلجھانا چاہتا ہے، یا صرف اس ملک کے مسلمانوں کو جتانا؟ کہ تم جس قبلہ کی طرف رخ کرکے عبادت کرتے ہو وہاں کے باشندے اتنے گرے ہوئے اور ہوسناک ہیں کہ ہندوستان سے کمسن بچیوں کو خرید کر اس ملک سے لیجاتے ہیں۔

اس سے پہلے ایک اسی طرح کا ڈرامہ امینہ نامی حیدرآبادی خاتون کے سلسلے میں پولیس نے کھیلا تھا اور اخبارات نے اس کو اچھالا اور بڑھایا پھیلایا تھا وہ قصہ بھی فرضی اور ڈرامائی تھا، جس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ائر ہوسٹس نے اسکو روتے دیکھ لیا تھا۔ اور ائر ہوسٹس کی مردانگی کا دنیا کو پہلی بار تجربہ ہوا کہ وہ مسافر کو کھانا پانی پہونچانے کے علاوہ اس کا یہ کام بھی ہے کہ وہ دیکھے کہ مسافروں میں کون رو رہا ہے اور کیوں رو رہا ہے اور اس کے اختیارات کے حدود بھی پہلی بار دنیا نے سنا کہ اس کے ایک فون پر پولیس کا محکمہ فوراً حرکت میں آجاتا ہے واضح رہے کہ ائیر ہوسٹس نے یہ نہیں کہا کہ جہاز پر ایک بم رکھا ہوا ہے یا اسپر ملک کے باغی یا پاکستان کے سرپرست کردہ "دہشت گرد" سفر کر رہے ہیں بلکہ اس معصوم مہمان نفاز نے بتایا کہ یہاں ایک لڑکی رو رہی ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف ایک بدیسی نے اس سے شادی کی ہے، اس کا یہ کہنا گویا کورٹ کے جج کا فیصلہ تھا نہ تحقیق نہ سوال جواب، جہاز کے زینوں سے اترتے ہی ان کو مجرم انسانیت قرار دیا جاتا ہے اور اس کو گرفتار کرکے اخبارات میں دل کھول کر عربوں اور مسلمانوں کے خلاف جذباتِ نفرت پھیلائے جاتے ہیں۔ اور مہینوں اس کا سلسلہ چلتا ہے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس ملک میں جہاں لڑکی باپ کے گھر سے رخصت ہوکر شوہر کے گھر جاتی ہے تو اس کا رونا ایک فطری بات ہی نہیں رسم بھی ہے، بدیس بیاہی جانے والی لڑکی کی زبان سے خاص دھن پر "بابل" گایا جاتا ہے ڈھول باجوں کے ساتھ یہ رسم ادا ہوتی ہے، جس کو دینی لحاظ سے پسماندہ مسلمانوں نے بھی کہیں کہیں اپنایا ہے۔ اس ملک سے اگر ایک لڑکی اپنے ماں باپ، اعزہ واقرباء خاندان سے جدا ہوکر دور دیس جارہی ہے روتی یا سسکتی نظر آئے تو اتنا بڑا قومی سانحہ اور ملک کی غیرت وناموس کا مسئلہ بن جائے کہ کہیں ایک ائر ہوسٹس کی اطلاع پر پورا پولیس کا محکمہ حرکت میں آجائے اور کہیں ایک کانسٹبل کی عقابی نظر جو پردوں کے اندر سے دیکھ لیتی ہے کہ کس کی آنکھ بھیگی ہوئی ہے اور اس کے اختیارات کتنے وسیع ہوجاتے ہیں کہ فوراً ایک نہیں کئی کئی غیر ملکیوں کو جیل بھیجدے اور ان سے جو وہ چاہے ہندی میں بیان لکھکر عربی میں دستخط کرالے۔

تین طلاق؟ ایک طلاق کے مسئلہ سے دلچسپی اور اخبارات میں اس کا پرچار اس طور پر کہ مہاراشٹر کے زلزلہ سے زیادہ اس کو اہمیت دی گئی اس تلاش وجستجو کی ایک کڑی ہے کہ کسطرح مسلمانوں کو سرعام بدنام کیا جائے ان کے قوانین کو ظالمانہ قرار دیا جائے اور ان کے پرسنل لاء کو بھیانک شکل میں پیش کیا جائے۔

ان هذا لمكر مكرتموه في المدينة لتخرجوا منها اهلها فسوف تعلمون (الاعراف ۱۲۳)

بیشک یہ ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا۔ اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر کے رہنے والوں کو اس سے باہر نکالدو کو (بہتر ہے) اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔

## مولانا بشیر حسین صاحب کا انتقال

ابھی مولانا محب اللہ صاحب لاری مہتمم دارالعلوم کا غم تازہ ہی تھا کہ دارالعلوم کے سابق استاذ مولانا بشیر حسین صاحب کا حادثۂ انتقال بھی پیش آگیا مولانا ادھر کئی سالوں سے برابر علیل چل رہے تھے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

مولانا بڑے ملنسار خوش دل اور باغ و بہار شخصیت کے مالک ہونے کے ساتھ خدمت خلق کا بڑا جذبہ رکھتے تھے۔ حتی الامکان ضرورتمندوں کی پوری خبر گیری فرماتے ان کی خدمت کے مختلف طریقے اپنائے اور یہ سب اس طرح کرتے کہ کسی کو خبر نہ ہو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے۔





# نماز دین سنت کے مطابق پڑھئے!!!

مولانا محمد تقی عثمانی

ذیل کا مضمون مولانا محمد تقی صاحب عثمانی جو پاکستان کے ممتاز و معتدل فکر کے حامل علماء میں سے ہیں اور وہاں کی شرعی عدالت کے چیف جسٹس بھی ہیں کی ایک تقریر ہے آپ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ صاحب تفسیر معارف القرآن کے فرزند ارجمند ہیں اور اپنی قوت اختیار بھر خدمتِ دین میں مشغول ہیں باہر ملکوں کے بھی کثرت سے دورے کرتے رہتے ہیں مولانا ہی کے نوٹ کیساتھ مضمون ہدیۂ ناظرین ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

نماز دین کا ستون ہے، اسکو ٹھیک ٹھیک سنّت کے مطابق ادا کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، ہملوگ بیفکری کے ساتھ نماز کے ارکان جس طرح سمجھ میں آتا ہے، ادا کرتے رہتے ہیں اور اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ وہ ارکان مسنون طریقے سے ادا ہوں اسکی وجہ سے ہماری نمازیں سنّت کی انوار و برکات سے محروم رہتی ہیں حالانکہ ان ارکان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے سے نہ وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے نہ محنت زیادہ ہوتی ہے بس ذرا سی توجہ کی بات ہے اگر ہم تھوڑی سی توجہ دیکر صحیح طریقہ سیکھ لیں اور اس کی عادت ڈال لیں تو جتنے وقت میں ہم آج نماز پڑھتے ہیں اتنے ہی وقت میں وہ نماز سنّت کے مطابق ادا ہوجائے گی اور اس کا اجر وثواب بھی اور انوار و برکات بھی آج سے کہیں زیادہ ہوں گے ــــ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نماز کا ایک ایک عمل خوب توجہ کے ساتھ سنّت کیمطابق انجام دینے کا بڑا اہتمام تھا اور وہ ایک دوسرے سے سنّتیں سیکھتے بھی رہتے تھے ــــ اسی ضرورت کے پیش نظر احقر نے اپنی ایک مجلس میں نماز کا مسنون طریقہ اور اس سلسلے میں جو غلطیاں رواج پاگئی ہیں ان کی تفصیل بیان کی تھی جس سے بفضلہ تعالیٰ سامعین کو بہت فائدہ ہوا ــــ نماز کے مسائل پر بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں محدث اللہ شائع ہوچکی ہیں یہاں نماز کے تمام مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف نماز کے ارکان کی ہیئت سنّت کے مطابق بنانے کے لئے چند ضروری باتیں بیان کرنی ہیں اور ان غلطیوں اور کوتاہیوں پر تنبیہ کرنی ہے جو آجکل بہت زیادہ رواج پاگئی ہیں ان چند مختصر باتوں پر عمل کرنے سے انشاء اللہ نماز کی کم از کم ظاہری صورت سنّت کے مطابق ہوجائے گی، اور ایک مسلمان اپنے پروردگار کے حضور کم از کم یہ عرضداشت پیش کرسکے گا کہ ؎

ترے محبوب کی یارب! شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اسکو تو کردے، میں صورت لیکے آیا ہوں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ. عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

محمد تقی عثمانی عفی عنہٗ

### نماز شروع کرنے سے پہلے

یہ باتیں یاد رکھئے، اور ان پر عمل کا اطمینان کر لیجئے۔

۱۔ آپ کا رُخ قبلے کی طرف ہونا ضروری ہے۔

۲۔ آپ کو سیدھا کھڑے ہونا چاہیئے اور آپ کی نظر سجدے کی جگہ پر ہونی چاہیئے، گردن کو جھکا کر تھوڑی سینے سے لگالینا بھی مکروہ ہے اور بلاوجہ سینے کو جھکا کر کھڑے ہونا بھی درست نہیں، اس طرح سیدھے کھڑے ہوں کہ نظر سجدے کی جگہ پر رہے۔

۳۔ آپ کے پاؤں کی انگلیوں کا رُخ بھی قبلے کی جانب رہے اور دونوں پاؤں سیدھے قبلہ رُخ رہیں (پاؤں کو دائیں بائیں ترچھا رکھنا خلاف سنت ہے)

دونوں پاؤں قبلہ رُخ ہونے چاہئیں۔

۴۔ دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔

۵۔ اگر جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ کی صف سیدھی رہے۔ صف سیدھی کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی دونوں ایڑیوں کے آخری سرے صف یا اس کے نشان کے آخری کنارے پر رکھ لے،

۶۔ جماعت کی صورت میں اس بات کا بھی اطمینان کرلیں کہ دائیں بائیں کھڑے ہونے والوں کے بازوؤں کے ساتھ آپکے بازو ملے ہوئے ہیں اور بیچ میں کوئی خلا نہیں ہے۔

۷۔ پاجامے کو ٹخنے کے نیچے لٹکانا ہر حالت میں ناجائز ہے، ظاہر ہے کہ نماز میں اس کی شناعت اور بڑھ جاتی ہے لہٰذا اس کا اطمینان کرلیں کہ پاجامہ ٹخنے سے اونچا ہے۔

۸۔ ہاتھ کی آستینیں پوری طرح ڈھکی ہوئی ہونی چاہئیں۔ صرف ہاتھ کھلے رہیں۔ بعض لوگ آستینیں چڑھا کر نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ہے

۹۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز میں کھڑے ہونا مکروہ ہے جنھیں پہن کر انسان لوگوں کے سامنے نہ جاتا ہو۔

## نماز شروع کرتے وقت:۔

۱۔ دل میں نیت کرلیں کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں۔

۲۔ ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیوں کا رُخ قبلے کی طرف ہو اور انگوٹھوں کے سرے کان کی لَو سے یا تو بالکل مل جائیں، یا اُس کے برابر آجائیں اور باقی انگلیاں اوپر کی طرف سیدھی ہوں بعض لوگ ہتھیلیوں کا رُخ قبلے کی طرف کرنے کے بجائے کانوں کی طرف کرلیتے ہیں۔ بعض لوگ کانوں کو ہاتھوں سے بالکل ڈھک لیتے ہیں، بعض لوگ ہاتھ پوری طرح کانوں تک اٹھائے بغیر ہلکا اشارہ سا کردیتے ہیں بعض لوگ کان کی لَو کو ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں، یہ سب طریقے غلط اور خلاف سنت ہیں انکو چھوڑنا چاہیئے۔

۳۔ مذکورہ بالا طریقے پر ہاتھ اٹھاتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں پہنچے کے گرد حلقہ بنا کر اُسے پکڑلیں باقی تین انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح پھیلا دیں کہ تینوں انگلیوں کا رُخ کہنی کی طرف رہے۔

۴۔ دونوں ہاتھوں کو ناف سے ذرا سا نیچے رکھ کر مذکورہ بالا طریقے سے باندھ لیں۔

## کھڑے ہونے کی حالت میں

۱۔ اگر اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں یا امامت کر رہے ہوں تو پہلے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ پھر سورۂ فاتحہ، پھر کوئی اور سورۃ پڑھیں، اور اگر کسی امام کے پیچھے ہوں تو صرف سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھکر خاموش ہو جائیں، اور امام کی قرأت کو دھیان لگا کر سُنیں۔ اگر امام زور سے نہ پڑھ رہا ہو تو زبان چلائے بغیر دل ہی دل میں دھیان کئے رکھیں۔

۲۔ جب خود قرأت کر رہے ہوں تو سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت بہتر یہ ہے کہ ہر آیت پر رُک کر سانس توڑ دیں پھر دوسری آیت پڑھیں، کئی کئی آیتیں ایک سانس میں نہ پڑھیں مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، رَبِّ الْعَالَمِیْن پر سانس توڑ دیں، پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پر پھر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن پر اس طرح پوری سورہ فاتحہ پڑھیں لیکن اس کے بعد کی قرأت میں ایک سانس میں ایک سے زیادہ آیتیں بھی پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

۳۔ بغیر کسی ضرورت کے جسم کے کسی حصے کو حرکت نہ دیں، جتنے سکون کے ساتھ کھڑے ہوں اتنا ہی بہتر ہے، اگر کھجلی وغیرہ کی ضرورت تو صرف ایک ہاتھ استعمال کریں اور وہ بھی صرف سخت ضرورت کے وقت اور کم سے کم۔

۴۔ جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دیکر دوسرے پاؤں کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ اس میں خم آجائے نماز کے ادب کے خلاف ہے اس سے پرہیز کریں یا تو دونوں پاؤں پر برابر زور دیں یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرے پاؤں میں خم پیدا نہ ہو۔

۵۔ جمائی آنے لگے تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔

۶۔ کھڑے ہونے کی حالت میں نظریں سجدے کی جگہ پر رکھیں، اِدھر اُدھر یا سامنے دیکھنے سے پرہیز کریں۔

## رکوع میں:۔

رکوع میں جاتے وقت ان باتوں کا خاص خیال رکھیں:۔

۱۔ اپنے اوپر کے دھڑ کو اس حد تک جھکائیں کہ گردن اور پشت تقریباً ایک سطح پر آجائے نہ اس سے زیادہ جھکائیں نہ اس سے کم۔

۲۔ رکوع کی حالت میں گردن کو اتنا نہ جھکائیں کہ تھوڑی سینے سے ملنے لگے اور نہ اتنا اوپر رکھیں کہ گردن کمر سے بلند ہو جائے، بلکہ گردن اور کمر ایک سطح پر ہونی چاہیئے۔

۳۔ رکوع میں پاؤں سیدھے رکھیں ان میں خم نہ ہونا چاہیئے۔ (۴) دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اسطرح رکھیں کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں یعنی ہر دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ ہو اور اس طرح دائیں ہاتھ سے دائیں گھٹنے کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کو پکڑلیں، (۵) رکوع کی حالت میں کلائیاں اور بازو سیدھے تنے ہوئے رہنے چاہئیں ان میں خم نہ آنا چاہیئے۔ (۶) کم از کم اتنی دیر رکوع میں رُکیں کہ اطمینان سے تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہا جاسکے۔ (۷) رکوع کی حالت میں سے نظریں پاؤں کی طرف ہونی چاہئیں۔





۸۔ دونوں پاؤں پر زور برابر رہنا چاہیئے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ایک دوسرے کے بالمقابل رہنے چاہئیں۔

## رکوع سے کھڑے ہوتے وقت

۱۔ رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اتنے سیدھے ہو جائیں کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے۔

۲۔ اس حالت میں بھی نظر سجدے کی جگہ پر رہنی چاہیئے۔ (۳) اگر کھڑے ہوتے وقت کھڑے ہونے کے بجائے کھڑے ہونے کا صرف اشارہ کرتے ہیں اور جسم کے جھکاؤ کی حالت ہی میں سجدے کے لئے چلے جاتے ہیں ان کے ذمے نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں، جب تک سیدھے ہونے کا اطمینان نہ ہو جائے سجدے میں نہ جائیں۔

## سجدے میں جاتے وقت:۔ سجدے میں

جاتے وقت اس طریقے کا خیال رکھیں کہ:۔

۱۔ سب سے پہلے گھٹنوں کو خم دیکر انھیں زمین کی طرف اس طرح لیجائیں کہ سینہ آگے کو نہ جھکے جب گھٹنے زمین پر ٹک جائیں اس کے بعد سینے کو جھکائیں

۲۔ جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکیں اس وقت تک اوپر کے دھڑ کو جھکانے حتی الامکان پرہیز کریں اسعجل سجدے میں جانے کے اس مخصوص ادب سے بے پروائی بہت عام ہوگئی ہے۔ اکثر لوگ شروع ہی سے سینہ آگے کو جھکا کر سجدے میں جاتے ہیں لیکن صحیح طریقہ وہی ہے جو نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں بیان کیا گیا، بغیر کسی عذر کے اس کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔

۳۔ گھٹنوں کے بعد پہلے ہاتھ زمین پر رکھیں، پھر ناک پھر پیشانی۔

## سجدے میں:۔

۱۔ سجدے میں سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھیں کہ دونوں انگوں کے سرے کانوں کی لَو کے سامنے ہو جائیں

۲۔ سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند ہونی چاہئیں، یعنی انگلیاں ملی ملی ہوں اور انکے درمیان فاصلہ نہ ہو (۳) انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف ہونا چاہیئے۔ (۴) کہنیاں زمین سے اٹھی ہونی چاہئیں کہنیوں کو زمین پر ٹیکنا درست نہیں

۵۔ دونوں بازو پہلوؤں سے الگ ہٹے ہوئے ہونے چاہئیں، انھیں پہلوؤں سے بالکل ملا کر نہ رکھیں

۶۔ کہنیوں کو دائیں بائیں اتنی دور تک بھی نہ پھیلائیں جس سے برابر کے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہو۔

۷۔ رانیں پیٹ سے ملی ہوئی نہیں ہونی چاہئیں۔ پیٹ اور رانیں الگ الگ رکھی جائیں۔

۸۔ پورے سجدے کے دوران ناک زمین پر ٹکی رہے، زمین سے نہ اٹھے۔ (۹) دونوں پاؤں اس طرح کھڑے رکھے جائیں کہ ایڑیاں اوپر ہوں اور تمام انگلیاں اچھی طرح مڑ کر قبلہ رُخ ہوگئی ہوں جو لوگ اپنے پاؤں کی بناوٹ کی وجہ سے تمام انگلیاں موڑنے پر قادر نہ ہوں، وہ جتنی موڑ سکیں، اتنی موڑنے کا اہتمام کریں، بلاوجہ انگلیوں کو سیدھا زمین پر ٹیکنا درست نہیں۔ (۱۰) اس بات کا خیال رکھیں کہ سجدے کے دوران پاؤں زمین سے اٹھنے نہ پائیں، بعض لوگ اس طرح سجدہ کرتے ہیں کہ پاؤں کی کوئی انگلی ایک لمحہ کے لئے بھی زمین پر نہیں ٹکتی اس طرح سجدہ ادا نہیں ہوتا، اور نتیجۃً نماز بھی نہیں ہوتی، اس سے اہتمام کے ساتھ پرہیز کریں۔

۱۱۔ سجدے کی حالت میں کم از کم اتنی دیر گذاریں کہ تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اطمینان کے ساتھ کہہ سکیں۔ پیشانی ٹیکتے ہی فوراً اٹھا لینا منع ہے۔

## دونوں سجدوں کے درمیان۔

۱۔ ایک سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے دوزانو سیدھے بیٹھ جائیں، پھر دوسرا سجدہ کریں، ذرا سا سر اٹھا کر سیدھے ہوئے بغیر دوسرا سجدہ کرلینا گناہ ہے اور اس طرح کرنے سے نماز کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ (۲) بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں اسطرح کھڑا کرلیں۔ کہ اُسکی انگلیاں مڑ کر قبلہ رُخ ہو جائیں، بعض لوگ دونوں پاؤں کھڑے کرکے ان کی ایڑیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں۔ (۳) بیٹھنے کے وقت دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے چاہئیں۔ مگر انگلیاں گھٹنوں کی طرف ڈھلکی ہوئی نہ ہوں، بلکہ انگلیوں کے آخری سرے گھٹنے کے ابتدائی کنارے تک پہنچ جائیں۔ (۴) بیٹھنے کے وقت نظر میں اپنی گود کی طرف ہونی چاہئیں (۵) اتنی دیر بیٹھیں کہ اس میں کم از کم ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہا جاسکے اور اگر اتنی دیر بیٹھیں کہ اس میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ بڑھا جاسکے تو بہتر ہے لیکن فرض نمازوں میں یہ بڑھنے کی ضرورت نہیں نفلوں میں بڑھ لینا بہتر ہے۔

## دوسرا سجدہ اور اس سے اٹھنا:۔

۱۔ دوسرے سجدے میں بھی اس طرح جائیں کہ پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں پھر ناک، پھر پیشانی۔

۲۔ سجدے کی ہیئت وہی ہونی چاہیئے جو پہلے سجدے میں بیان کی گئی (۳) سجدے سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی زمین سے اٹھائیں، پھر ناک، پھر ہاتھ پھر گھٹنے

۴۔ اٹھتے وقت زمین کا سہارا نہ لینا بہتر ہے، لیکن اگر جسم بھاری ہو یا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے مشکل ہو تو سہارا لینا بھی جائز ہے۔

۵۔ اٹھنے کے بعد ہر رکعت کے شروع میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھیں۔

## قعدے میں:۔ قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ

۱۔ قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہوگا جو سجدوں کے بیچ میں بیٹھنے کا ذکر کیا گیا۔

۲۔ التحیات پڑھتے وقت جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ پر پہنچیں تو شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کریں اور اِلَّا اللّٰہ پر گرادیں (۳) اشارے کا طریقہ یہ ہے

(باقی صـ ۲۹ پر)

# ناظمِ ندوۃ العلماء کا پیغام ندوی برادری کے نام

آج سے دو سال قبل تعمیر حیات میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا ایک پیغام ندوی برادری کے نام شائع ہوا تھا، اب جب کہ تعمیر حیات اپنی اکتیسویں جلد کو نئے سائز اور نئے منصوبوں کے ساتھ شروع کر چکا ہے تو خیال ہوا کہ حضرت مولانا مدظلہ کا پیغام ایک بار پھر آپ کی نظروں سے گذر جائے کہ دل میں عزم و حوصلہ اور قوتِ دعوت و عمل کی دبی ہوئی چنگاری کس وقت بھڑک کر شعلہ جوالہ بن جائے کسی کو معلوم نہیں۔

(ادارہ)

برادران گرامی قدر اور عزیز فرزندان دارالعلوم ندوۃ العلماء!

عرصہ سے یہ خیال دل میں آرہا تھا کہ آپ سے غائبانہ باتیں کروں، غائبانہ اس لیے کہ آپ اتنے شہروں بلکہ دور دراز ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہ سب کا جمع ہونا ناممکن ہے، آپ میں سے کچھ ایسے حضرات ہوں گے جن کو دارالعلوم چھوڑے ہوئے چالیس پچاس سال ہو چکے ہوں گے کچھ کو دوبارہ دارالعلوم آنے اور دیکھنے کا موقع ملا ہوگا، کچھ کو نہیں، دارالعلوم چھوڑے ہوئے جو مدت بھی گذری ہو لیکن طالب علمی کے زمانہ کی باتیں اور یادیں اب بھی طالب علم ہی بن کر سامنے آتی ہوں گی اور طالب علمانہ شوخیوں اور شرارتوں، باہمی نوک جھونک، کھیل کود بلکہ اچھل کود، بحث و مباحثہ، مطالعہ و مذاکرہ... الاصلاح کے اسٹیج پر تقریری مقابلے اور ہماہمی، دارالاقامہ کا ایک خاص ماحول اور درجوں میں آنے جانے کے مناظر سبھی کچھ نگاہوں میں اس طرح پھر رہے ہوں گے جیسے ابھی کل کی بات ہے، جو جانے کے بعد اب تک نہ آسکے، ان کے تصور و خیال میں دارالعلوم اپنے ظاہر میں پودہ ہی نظر آرہا ہوگا جو اب ایک تناور درخت بن چکا ہے، اور معنوی اعتبار سے عرب و عجم میں اس کا چرچا ہے، اس کا نام ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے، آپ جب یہاں رہے ہوں گے تو آپ کو کچھ شکایتیں بھی رہی ہوں گی جو طبعی بات ہے، ایسی کہ گھر اور خاندان کے بہت محدود ماحول میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے، لیکن گھر بہرحال اپنا گھر ہوتا ہے، اس کے نقوش ذہنوں سے محو نہیں ہوتے اور نہ ہی اپنے گھر سے کسی ذی شعور کو بیر ہوتا ہے، آپ اپنے مادر علمی سے نکل کر دنیا کے مختلف ملکوں، اور زندگی کے مختلف شعبوں میں پھیل گئے ہیں۔ آپ امریکہ میں بھی، برطانیہ میں بھی، آپ ترکی و افریقہ میں بھی ہیں اور مصر و حجاز میں بھی، خلیج و امارات میں بھی ہیں، انڈونیشیا و ملیشیا میں اور نیپال و پاکستان میں بھی، آپ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بھی ہیں اور مدارس و مکاتب میں بھی، آپ میں سے کچھ مختلف ملکوں میں مسجدوں کے خطیب و امام بھی ہیں، آپ میں مصنف و مؤلف بھی ہیں جو ذہنوں کی تشکیل اور اسلام کی وکالت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، کسی ادارہ کے لیے یہ بڑے شرف کی بات ہے کہ اس کے ہونہار سپوت زندگی کے مختلف حساس شعبوں میں اس طرح کام کر رہے ہوں۔

آپ نے دارالعلوم میں رہ کر ندوۃ العلماء کے معتدل و متوازن فکر پر بارہا تقریریں کی اور سنی ہوں گی، لیکن اب جبکہ آپ زندگی کے میدان میں ہیں، اس معتدل و متوازن فکر سے کتنا کام لے رہے ہیں، اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس کا جائزہ بھی لینا چاہیے کہ اس فکر پر حالات اور ماحول کا گرد و غبار تو نہیں پڑ گیا ہے، اور اسی کے ساتھ اس کو تازہ رکھنے کے لیے اپنے مادر علمی سے ایک فرزند صالح کی طرح تعلق و رابطہ رکھنا چاہیے۔ اور یہاں کے پیغام و لٹریچر کو دوسروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے، کہ اس کی ضرورت پہلے سے بھی زیادہ ہے اور جتنا زمانہ آگے بڑھتا جائے گا ندوۃ العلماء کے مسلک اور اسلوب دعوت کی ضرورت بڑھتی جائے گی، ذہن میں تازہ رکھنے کے لیے ندوۃ العلماء کے مسلک کو ہم پھر سے دہراتے ہیں۔

## ندوۃ العلماء کا مسلک

دین و عقائد کے معاملہ میں ندوۃ العلماء کے مسلک کی بنیاد دینِ خالص پر ہے جو ہر قسم کی آمیزش اور آلائش سے پاک، تاویل اور تحریف سے بلند، ملاوٹ اور فریب کی دسترس سے دور اور ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ ہے، دین کی فہم اور اس کی تشریح اور تعبیر میں اس کی بنیاد اسلام کے اولین اور صاف و شفاف سرچشموں سے استفادہ اور اس کی اصل کی طرف رجوع پر ہے، اعمال و اخلاق کے شعبہ





میں دین کے جوہر و مغز کو اختیار کرنے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنے احکام شرعیہ پر عمل، حقیقت دین اور روح دین سے زیادہ قربت اور تقویٰ اور اصلاح پر ہے، تصور تاریخ میں اس کی بنیاد اس پر ہے کہ اسلام کے ظہور اور عروج کا دور اول سب سے بہتر اور قابل احترام دور اور وہ نسل جس نے آغوش نبوت اور درسگاہ رسالت میں تربیت پائی اور قرآن و ایمان کے مدرسہ سے تیار ہو کر نکلی سب سے زیادہ مثالی اور قابل تقلید نسل ہے اور ہماری سعادت و نجات اور فلاح و کامرانی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کریں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

نظریۂ علم و فلسفۂ تعلیم میں اس کی اساس اس پر ہے کہ علم بذاتِ خود ایک اکائی ہے جو قدیم و جدید اور مشرق و مغرب کے خانوں میں تقسیم نہیں کی جاسکتی، اگر اس کی کوئی تقسیم ممکن ہے تو وہ تقسیم صحیح اور غلط، مفید اور مضر اور ذرائع اور مقاصد کے اعتبار سے ہوگی۔ استفادہ اور افادہ اور ترک و قبول کے شعبہ میں اس کا عمل اس حکیمانہ نبوی تعلیم پر ہے کہ حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے جہاں بھی وہ اس کو پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے، نیز قدیم حکیمانہ اصول "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر (یعنی جو صاف و نظیف ہو اس کو لے لو اور جو آلودہ و کثیف ہو اس کو چھوڑ دو) اسلام کے دفاع اور عصر حاضر کی بددین قوتوں کے مقابلہ میں اس کی اساس اس ارشاد ربانی پر ہے کہ "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة" (ان کے مقابلہ کے لیے جتنی قوت تم سے ممکن ہو سکے تیار کرو) دعوت الی اللہ، اسلام کے محاسن اور فضائل کی تشریح اور ذہن و عقل کو اس کی حقانیت و صداقت پر مطمئن کرنے میں اس کا عمل اس نبوی حکیمانہ وصیت پر ہے کہ "کلموا الناس علی قدر عقولهم أتريدون أن يكذب الله ورسوله" (لوگوں سے ان کی عقلوں کا خیال رکھتے ہوئے گفتگو کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ خدا اور رسول کو جھٹلایا جائے)

عقائد و اصول میں وہ جمہور اہل سنت کے مسلک کی پابندی اور سلف کے آثار و تحقیقات کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری سمجھتا ہے، فروعی و فقہی مسائل کے بارے میں اس کا مسلک و اصول یہ ہے کہ حتی الامکان اختلافی مسائل کو چھیڑنے اور ہر ایسے طرز عمل سے احتراز کیا جائے جس سے باہمی منافرت بڑھے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو، سلف صالحین سے حسن ظن رکھا جائے اور ان کے لیے عذر تلاش کیا جائے، اسلام کی مصلحت اجتماعی کو ہر مصلحت پر ترجیح دی جائے، مختصر یہ کہ وہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے علمی و فکری اور کلامی و فقہی مدرسۂ فکر سے زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہے، اس لحاظ سے ندوۃ العلماء ایک محدود تعلیمی مرکز سے زیادہ ایک جامع اور کثیر المقاصد دبستانِ فکر اور مکتب خیال ہے۔

ہماری خواہش و تمنا یہ رہتی ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنے مرکز اصلی اور مادر علمی سے برابر رابطہ قائم رکھیں، اس کے حالات و ضرورتوں سے باخبر رہیں، یہاں سے نکلنے والے اخبارات و رسائل کا مطالعہ ضرور کرتے رہیں کہ یہ رابطہ کا ایک مناسب ترین ذریعہ بھی ہے، اور اس سے ندوۃ العلماء کا کام و پیغام بھی تازہ ہوتا رہے گا۔ ندوۃ العلماء حالات و خطرات کا جس طرح مقابلہ کرتا ہے، فکر اسلامی کو نمایاں اور واضح کرتا ہے، اٹھنے والے ہر نئے فتنہ کا بلا خوف لومۃ لائم جس طرح تعاقب کرتا ہے، اس کا نہ صرف یہ کہ آپ کو علم ہوتا رہے گا، بلکہ اس سے آپ کی بھی اور دبی ہوئی امنگوں میں حرارت و زندگی بھی پیدا ہوگی، جس کو زندگی کی ہنگامہ خیزی متاثر کرتی رہتی ہے۔

اس وقت دنیا میں اسلام و مسلمانوں کے خلاف جو تند و تیز ہوائیں چل رہی ہیں اس سے آپ بخوبی واقف ہیں، ایسے میں آپ جہاں کہیں بھی رہیں اپنی بساط بھر ندوی نسبت کی ذمہ داری کو نبھائیے، اور اپنے مادر علمی کے دودھ کا حق ادا کیجئے۔

کیا اچھا ہوتا کہ آپ جہاں کہیں بھی ہیں اور جو کچھ بھی ہیں اس سے اپنے مادر علمی کو باخبر کریں اور مشورہ کی ضرورت ہو تو مشورہ لیں، خود آپ سے وقت ضرورت پر اس علاقہ سے متعلق وہاں کے حالات سے متعلق مشورہ لیا جاسکے، جہاں آپ رہتے ہیں۔

اس امید کے ساتھ آپ کو یہ سطریں لکھی جارہی ہیں کہ آپ مادر علمی سے ایک عرصۂ دراز سے بے تعلق رہنے کے حجابات کو ختم کرکے اپنے ربط و تعلق کی تجدید کریں گے اور اس پر خوب غور کریں گے کہ موجودہ حالات میں جہاں صرف مال و جاہ کی ریس ہے ایک عالم دین کی حیثیت سے، اپنے سرپرور اتاج نبوت کا تاج رکھنے کی حیثیت سے آپ پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ع

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

# اسلام کے بارے میں یورپ کا نقطۂ نظر

## ڈنمارک کے ایک سفیر کے قبول اسلام کی دلچسپ داستان

ترجمہ از الدعوۃ۔ مقبول احمد ندوی

مدتوں سے میں اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا، اس کے متعلق بہت کچھ پڑھا اور میرے والد نے اسلام کے متعلق ڈنمارک کی زبان میں جو کچھ ترجمہ کیا تھا اس کا بھی بنظر غائر مطالعہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دین حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میں مشرف بہ اسلام ہوگیا، آج میں نے اپنے اندر ایک طرح کا اطمینان و سکون اور فرحت و مسرت اور ایسی سعادت محسوس کرتا ہوں جس کی قیمت دنیا کی کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

یہ جملے ایک نومسلم ڈنمارکی سفیر "وول وولرز ولین" کے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میرے اسلام میں داخل ہونے کا سبب میرا یہ احساس ہے کہ اسلام ہی اتحاد و یکجہتی، اخوت و محبت اور بھائی چارہ و خیر سگالی کا دین ہے اس کے اندر ناقابل تسخیر قوت اور ناقابل انکار حقانیت پنہاں ہے۔ ڈنمارک کے مسلم سفیر، خادم الحرمین الشریفین کی ان عظیم خدمات سے بھی بے حد متاثر ہیں جو وہ دنیا کے مختلف خطوں اور گوشوں میں آباد مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے انجام دے رہے ہیں ان کا کہنا ہے حکومت سعودیہ نے مسلمانوں کی مشکلات کو حل کرنے اور انکے مسائل و معاملات کو تقویت پہنچانے اور مسلم اقلیتوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی وہ کہتے ہیں کہ عالم اسلام کا ہر فرد مملکت سعودیہ کے قابل تعریف رول سے واقف ہے۔

ڈنمارکی نومسلم سفیر نے یہ بات اس انٹرویو کے دوران کہی ہے جسے عالم عربی کے موقر جریدۃ "الدعوۃ" کے نمائندے نے لیا۔ اس انٹرویو میں نومسلم ڈنمارکی سفیر نے اپنے قبول اسلام کے واقعہ اور اس کے اسباب و عوامل پر روشنی ڈالی ہے۔

کسی ایسے شخص کا اسلام قبول کرنا جو ہمارے لئے نو وارد مہمان کی طرح ہے۔ یقیناً اسکے لئے شرف و افتخار کا باعث ہے۔ لیکن یہ واقعہ نصرانی اور دیگر غیر مسلم قوموں کے لئے ایک سوالیہ نشان بھی بن جاتا ہے، جو انھیں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگتا ہے، وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ اپنے معاشرے کا ایک باعزت اور خوشحال شخص بغیر کسی سیاسی اور اقتصادی دباؤ کے کیونکر اسلام قبول کرتا ہے؟ خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اس کے پاس عیش و آسائش کے سارے وسائل بھی مہیا ہوتے ہیں اسی طرح مسلم معاشرہ کے ضعیف الاعتقاد اور کمزور ایمان والوں کیلئے بھی ایک سوالیہ نشان بن جاتا ہے، کیا ان کے دل میں یہ بات نہیں چبھے گی کہ یورپ کی گود کا پروردہ ایک نصرانی شخص عیش و عشرت، لہو و لعب اور آسودگی و سرمستی کی زندگی چھوڑ کر کیوں اسلام میں داخل ہو رہا ہے؟

یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جہاں پہنچکر ایک نومسلم کے "اعلان اسلام" جیسے موضوعات کافی دلکش، دلچسپ اور اہمیت کے حامل بن جاتے ہیں یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے، کہ ایک نومسلم یورپین ببانگ دہل اور بے خوف و خطر یہ اعلان کرتا ہے کہ "حق قابل تقلید ہے ایمان کی لذت ہر لذت سے بلند و بالا ہے، اور یہ سکون و اطمینان ہر دولت و ثروت سے بڑھکر ہے۔"

الدعوۃ کے نمائندے سے جو گفتگو ہوئی ذیل میں اسے نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ اپنے قبول اسلام کا قصہ اپنی زبان سے خود بیان کریں تاکہ ہمارے قارئین اسے پڑھ کر محظوظ و مستفید ہوں۔

جواب:۔ ۱۹۶۳ء میں جب میں نوجوان تھا مشرق وسطیٰ کی سیاحت اور اسے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اسوقت میں نے اردن، شام، لبنان، مصر اور مغرب اقصیٰ وغیرہ کے شہروں کا دورہ کیا تھا، اسی دوران بہت سے مسلمانوں سے میری ملاقات ہوئی نیز ان سے تبادلۂ خیال بھی کیا، ان سے میں کافی متأثر ہوا۔ اسکے علاوہ بھی اسلام کے بارے میں میں مختلف رسالوں اور کتابوں میں پڑھا تھا، چنانچہ جو چیزیں مجھے پہلے نہیں معلوم تھیں وہ ایک ایک کرکے مجھ پر کھلتی گئیں اس طرح آہستہ آہستہ مجھے یہ یقین ہو چلا کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا سچا آسمانی دین ہے، یہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہے، عصر حاضر میں اس کو آخری دین ہونے کا شرف حاصل ہے، اس کے علاوہ باقی سارے مذاہب و ادیان و ملل غلط ہیں بالآخر میں نے اپنی مرضی اور پسند سے اسلام قبول کیا اور ۱۹۶۷ء میں باقاعدہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔

اس کے بعد میں نے مغرب اقصیٰ اور جزائر وغیرہ میں اپنے ملک کے سفیر کی حیثیت سے دورہ بھی کیا، ۱۹۸۷ء میں ریاض میں سفیر کی خدمت پر مامور ہوا، بچپن ہی سے میری طبیعت کا میلان اسلام کی جانب تھا، سب سے زیادہ قبول اسلام پر جس بات نے مجھے آمادہ کیا وہ مسلمانوں کی باہمی اسلامی





اخوت و محبت اور ان کا اتحاد و یکسانیت ہے، جب میں نے عرب ممالک میں اسلامی شہروں کو قریب سے دیکھا تو اس اخوت و محبت کو صاف طور سے محسوس کیا مجھے اسلام کی سب سے زیادہ جو خصوصیت پسند آئی وہ اس کا تناقضات اور تضادات سے خالی ہونا ہے، کیونکہ دیگر ادیان کی طرح اس کا ایک جز دوسرے جز کی تکذیب و تردید نہیں کرتا۔ مثلاً یہودیت اور نصرانیت دونوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی معبود ٹھہرائے نصرانیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی زیادہ تقدیس و تعظیم کی کہ انھیں درجہ الوہیت تک پہنچادیا، لیکن مذہب اسلام اس طرح کے شرک سے پاک و صاف ہے توحید خالص اس کا طرۂ امتیاز ہے وہ اس دنیا میں توحید خالص کا واحد علمبردار ہے، جس میں شرک کا شائبہ تک نہیں، وہ صرف ایک معبود برحق کی دعوت دیتا ہے اور وہ اللہ جل شانہ کی ذات اقدس ہے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مملکت عربیہ سعودیہ میں سفیر کی حیثیت سے کام کرنے کا سنہرا موقع مرحمت فرمایا۔ جو میرے لئے اسلام کے مقامات مقدسہ کے جوار رحمت میں چند روز زندگی گذارنے کا پیش خیمہ بنا۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق شامل رہی کہ گذشتہ رمضان کے ماہ مبارک میں عمرہ کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا مکہ مکرمہ پورے عالم اسلام کی روح اور مرکز ہے، اور وہی اپنی روحانی مقناطیسیت سے عالم اسلام کے چپے چپے سے تمام مسلمانوں کو یکجا کرتا ہے، عمرہ کی ادائیگی کا جو روح پرور اور جاں نواز تجربہ مجھکو ہوا وہ بیان سے باہر ہے، یہ ایک ایسا نشاط انگیز اور کیف آور تجربہ ہے جس نے اندر سے میرے وجود کو ہلا ڈالا میری روح میں ارتعاش پیدا ہوگیا، اور دل میں ایک طرح کی چبھن محسوس ہوئی، میں مکہ مکرمہ موٹر سائیکل پر سوار ہوکر گیا تھا۔ مسلمان قدیم زمانے سے مکہ کا سفر برہنہ پا کرتے آئے ہیں انھیں مکہ کی راہ کی آبلہ پائی میں ایک طرح کی روحانی لذت کا احساس ہوتا ہے، مکہ مکرمہ کے سفر میں انھیں جو مشقتیں اور صعوبتیں پیش آتی ہیں ان کا تھوڑا سا حصہ مجھے بھی ملا۔ پہلی بار جب میں نے کعبہ کو دیکھا تو مجھ پر جو سحر انگیز کیفیت طاری ہوئی وہ بیان سے باہر ہے میں اسے زندگی بھر نہیں بھلا سکتا وہ کیفیت میری روح کی گہرائیوں میں بالکل رچ بس کر میری زندگی کا ایک جزو بن گئی ہے۔

حجاج کرام، زائرین حرم اور عمرہ کرنے والوں کے لئے مقامات مقدسہ میں جو اعلیٰ انتظامات دیکھے وہ کافی اہمیت کے حامل ہیں ان کا مقابلہ کسی دوسری جگہ سے نہیں کیا جاسکتا

کہتے ہیں کہ بچپن میں مجھے اسلام کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات تھیں، کیونکہ والد صاحب الجزائر میں پانچ سال تک رہ چکے ہیں۔ انھیں تقابل ادیان سے خاص شغف تھا بعض عربی کتابوں کا انھوں نے ڈنمارکی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا میں ان کتابوں کو پڑھتا تھا، اس کے نتیجے میں میرے پاس بچپن ہی میں اسلام کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات جمع ہوگئی تھیں، اور وہی معلومات دراصل اسلام کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کا باعث بنیں۔

## مسلمانوں کا سلوک

سوال:۔ کیا بعض مسلمانوں کا غلط طرز عمل آپکے ذہن میں خلجان کا باعث یا قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنا؟

جواب:۔ دین کے اوامر و نواہی اور انسانوں کے طرز عمل میں فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے، دین میں کبھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں آتی، البتہ انسان خود بدل جاتا ہے، پھر انسان سے غلطی بھی ہوسکتی ہے، وہ کوئی فرشتہ تو نہیں! وہ غلطی بھی کرسکتا ہے، لیکن میرا غالب گمان یہ ہے کہ اسلام عموماً لوگوں کی زندگی پر چھایا ہوا، یا بہت حد تک دخیل ہے۔

اور بلاشبہ مسلمانوں کے درمیان تعاون و خیر خواہی اور میل ملاپ کی جو روح میں نے دیکھی وہ میرے لئے اتنی ہی اجنبی تھی جتنا کہ میں خود ان شہروں میں اجنبی تھا اور یہی میرے لئے اس بات کا محرک ہوا میں اس ڈھانچہ اور قدر مشترک کا پتہ لگاؤں جو انسانوں کے درمیان اس مقدس انسانی رشتہ کی اساس ہے۔

## روحانی سکون

سوال:۔ دائرہ اسلام میں آنے کے بعد کیا سفارتی زندگی میں کوئی تبدیلی بھی رونما ہوئی ہے؟

جواب:۔ قبول اسلام کے بعد میں نے اپنے اندر ایک طرح کی روحانی آسودگی اور ذہنی بالیدگی محسوس کی اور فکری اور نفسیاتی اعتبار سے بھی ایک طرح کی راحت اور سکون کا احساس ہوتا ہے، البتہ اسلام لانے کے بعد میری اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں کافی انقلاب آیا ہے، رمضان ہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں بندۂ مومن کی زندگی میں تبدیلیاں آتی ہیں ایمانی تپش اور سوزش میں اضافہ ہوتا ہے، مومنین کے تعلقات ایک دوسرے سے مضبوط اور پائیدار ہوتے ہیں اور مسلمان اپنے آپکو پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب محسوس کرتا ہے اور لوگوں کے درمیان اسے بھائی چارگی اور اخوت و راحت کا احساس ہوتا ہے خصوصاً جب لوگوں کو یہ بھی معلوم کہ وہ مسلمان ہے اس وقت ان میں عجیب و غریب قسم کا اطمینان اور امن و آشتی کا شعور ہوتا ہے۔

سوال:۔ کیا قبول اسلام کے بعد آپ نے کچھ مشکلات کا بھی سامنا کیا ہے؟

جواب:۔ ہاں! قبول اسلام کے بعد طبعی طور پر مجھے بھی کچھ مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے اسلئے کہ قبول اسلام کے بعد ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور بہت سی چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری

ہو جاتا ہے۔ مثلاً عربی زبان کی تعلیم اور اسلامی مسائل کا علم وغیرہ لیکن بیشتر مشکلات خود میرے معاشرے کی پیدا کردہ تھیں،

مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے گیا تو طواف کے وقت جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ عربی میں ہونے کے باعث مجھے معلوم نہ ہو سکیں کیونکہ میں عربی زبان اچھی طرح جانتا نہ تھا مجبوراً میں نے معلم کا سہارا لیا۔ اور الحمدللہ اب میں ان تمام مشکلات پر قابو پا چکا ہوں۔ آج مغرب کو ایسے داعیوں کی تلاش اور ضرورت ہے جو انھیں اسلام کے بارے میں بتائیں اور ان کو اسلام کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہونچائیں۔

سوال:۔ اسلام لانے کے بعد اور اسلام سے قبل اسلام کے بارے میں آپ کے نظریات میں یقیناً فرق آیا ہوگا، تو ایک مسلمان کی حیثیت سے مسلمانوں کے درمیان رہنے اور سابقہ حالت میں جو فرق آپ نے محسوس کیا، کیا اس سے ہمیں بھی آگاہ کرنے کی زحمت کریں گے۔

جواب:۔ کیوں نہیں! اگر آپ یورپ کے باشندے ہوتے اور اسلام کے بارے میں آپ کچھ جانتے بھی نہ ہوں تو اسلام کے بارے میں اس وقت آپکی معلومات یقیناً بہت تھوڑی ہوں گی، اسکولوں اور کالجوں میں ہمیں دیگر ادیان کے بارے میں صرف معمولی طور سے ابتدائی باتیں بتائی جاتی ہیں، دیگر ادیان کے ساتھ اسلام کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور پڑھایا جاتا ہے اور یہ معلومات اتنی تھوڑی ہوتی ہیں کہ انسان کو کسی صحیح نتیجہ تک پہنچانے میں معاون نہیں ہوتیں۔

میرا خیال ہے کہ اہل مغرب اسلام کے بارے میں صحیح اور قابل قدر معلومات نہیں رکھتے، کیونکہ اسلام کے بارے میں انھیں کسی نے کچھ بتایا نہیں ہے، وہ عربوں کو ہمیشہ اپنا حریف اور دشمن تصور کرتے ہیں لیکن عصر حاضر میں تہذیب و تمدن کے تبادلے اور مواصلات کے جدید ترین نظام کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغرب کے نظریات تھوڑے بہت ضرور بدلے ہیں۔ رہ گیا اسلام کے بارے میں میرے نظریات کا سوال تو وہ تو پہلے سے ہی خوش آئند تھیں کیونکہ بچپن ہی سے میں نے اسلام کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کر لی تھیں، اور جب اس دین حنیف کے بارے میں میری معلومات پختہ اور مکمل ہو گئیں تو میں نے اسلام کو گلے لگا لیا۔

**مغرب میں اسلام کا تعارف کرانے کے لئے جان توڑ اور انتھک جد و جہد کرنیکی ضرورت ہے، یہ اسلامی ذرائع ابلاغ اور اسلام کے داعیوں اور مبلغین کی گردن پر ایک بڑی ذمہ داری اور قرض ہے جس کا اتارنا ان پر فرض ہے، ان پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچائیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ یہ پیغام امن و محبت اگر اپنی صحیح روح کے ساتھ مغرب میں پہونچ جائے تو لوگ فوج در فوج اور جوق در جوق زمرۂ اسلام میں داخل ہونے لگیں۔**

## دعاۃ اور مبلغین کا فقدان

سوال:۔ شمالی یورپ میں داعیان اسلام کی راہ میں سب سے اہم اور بڑی رکاوٹیں یا مشکلات کیا ہیں؟

جواب:۔ داعیان اسلام کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے وہ مطلوبہ ذمہ داریوں کے حساب سے بہت تھوڑی تعداد میں ہیں، پھر دوسرے یہ کہ مغرب کے مسلمانوں اور عالم اسلام کے دیگر مسلمان بھائیوں کے درمیان جو طویل ترین مسافت حائل ہے، اس سے انھیں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انھیں ہم یہ احساس دلائیں کہ ہم ان سے غافل نہیں ہیں اور نہ ہی ہمارا رابطہ ان سے منقطع ہوا ہے، بلکہ ہمارا تعلق ان سے مسلسل برقرار ہے نیز مالی و مادی اور معنوی و روحانی اعتبار سے بھی ان کی معاونت کی ضرورت ہے، دینی، دعوتی اور اسلامی کتابوں، قرآن پاک اور میدان دعوت و تبلیغ کے ایسے ماہر تجربہ کار اور کہنہ مشق داعیوں کی انھیں اشد ضرورت ہے۔ جو شمالی یورپ کے مختلف علاقوں میں آسانی کے ساتھ تبلیغ و دعوت اور اسلام کی نشر و اشاعت کا کام بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔

## سنہرا مستقبل

سوال:۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یورپ میں اسلام کا مستقبل روشن اور تابناک ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ یورپ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بہ نسبت دیگر مذاہب کے حیرت انگیز طور پر اضافہ ہو رہا ہے اس نظریہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کا تناسب دن بدن بڑھ رہا ہے چنانچہ صرف فرانس میں چار ملین مسلمان پائے جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں بیرونی مسلمانوں کی آمد و رفت یا ہجرت کرنے والے اہل یورپ کو مسلمانوں کو سمجھنے کا موقع ملے گا اور اہل یورپ اسلام کو زیادہ بہتر طریقہ پر جان سکیں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کی صحبت





میں رہنا اور اسلام کے بارے میں پڑھنا، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دین کا دوسرا نام معاملت اور طرز عمل ہے۔

**بیشتر اہل یورپ یہ تصور کرتے ہیں کہ مسلمان ایسے شخص کا نام ہے جو کھجور کے کسی درخت کے نیچے بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے بغل میں اس کی بیوی ہوتی ہے جو سر سے پاؤں تک کپڑوں سے ڈھکی ہوتی ہے، اس کے اندر تشدد، دہشت گردی درشتی و سخت گیری اور جنگ و جدال کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اس کے اندر اسلام کے بارے میں یہ منحرف اور منفی نظریہ مغربی میڈیا اور ذرائع ابلاغ نیز اسلام دشمن پروپیگنڈہ کی دین ہے۔**

لیکن اہل یورپ جب براہ راست مسلمانوں سے ملیں گے جیسا کہ آجکل دیکھنے میں آرہا ہے تو نظریات میں آہستہ آہستہ تبدیلی آتی جائے گی، اور قدیم مسلمات و مزعومات کی دیواریں خود بخود پاش پاش ہو جائیں گی، اور اسلام کے بارے میں مغرب کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ اس طرح اگر میں یورپ میں اسلام کے بارے میں روشن اور تابناک مستقبل کی توقع کروں تو بجا نہ ہوگا۔

سوال:۔ اسلام میں دیئے گئے حقوق سے آپ واقف ہو چکے ہیں، کیا نصرانیت اور فرانسیسی انقلاب نے انسانوں کو اسلام جیسے حقوق دیئے ہیں؟

جواب:۔ دونوں مذاہب میں انسانوں کو حقوق دیئے گئے ہیں، لیکن اسلام کا نقطۂ نظر نصرانیت کے نقطۂ نظر سے بہت مختلف ہے۔ اسلام انسانوں کے حقوق کو شریعت کی نظر سے دیکھتا ہے، کیونکہ انسانی زندگی پر شریعت ہی کی حکمرانی ہے، اسی طرح حقوق اور فرائض میں بھی عام طور پر شریعت ہی کا سکہ چلتا ہے اور نصرانیت میں انسانی حقوق کلیسا کی رہنمائی سے تقسیم کئے جاتے ہیں اور اب یورپ میں انسانی حقوق کلیسا کے بجائے یورپ کے خود ساختہ قانون کے پابند ہیں اس طرح یورپ میں مذہب اور کلیسا دو الگ الگ چیزیں بن گئی ہیں اور اس سے پہلے بھی دونوں میں صدیوں کشمکش و تصادم اور آویزش و آمیزش جاری رہی ہے۔

**رہ گیا اسلام! تو اس میں دین اور حکومت کے درمیان کوئی فرق نہیں ان میں سے ایک دوسرے کیلئے وجہ کمال ہے۔ اسلام کا ظہور ہی حقوق انسانی کے لئے ہوا ہے عصر حاضر میں یورپ کے اندر حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے نئے نئے قوانین وضع کئے گئے ہیں مثلاً آزادی خیال، حق رائے دہندگی اور فرد کی آزادی وغیرہ۔ مگر سب کے سب اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں، اسلام میں آزادی کتاب و سنت کی پابند ہے، کوئی دوسرا میدان اسکی مماثلت کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا نازل کرنیوالا ہی وہ ہے جو علیم و خبیر ہے۔**

سوال:۔ گذشتہ جوابات میں آپ نے وضاحت کی ہے کہ مغربی میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے یورپ میں مسلمانوں کی شکل کو مسخ کر کے پیش کیا ہے، کبھی تو اسے دہشت گرد، اور تشدد پسند کہتے ہیں، اور کبھی رجعت پسند اور روایت پرست اور غیر ترقی یافتہ کہتے ہیں اور جاہل و ان پڑھ اور جدید تہذیب و تمدن سے بالکل ناآشنا کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے اس بگڑی ہوئی شکل کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ یورپ، عرب ممالک اور عالم اسلام کے درمیان بہت سے مشترک سیاسی مصالح اور مسائل ہیں بعض عناصر دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہیں امن پسند شہریوں کو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، بلا امتیاز قتل کرتے ہیں، مثلاً آجکل بوسنیا ہرزے گووینا میں سربیائی وحشی درندے جو کچھ غیر انسانی کرامات کر رہے ہیں، وہ دہشت گردی و تشدد کی بدترین اور شرمناک مثال ہے غرضیکہ دہشت گردی کی جڑیں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں یورپ اور ایشیا کا کوئی خطہ اس سے محفوظ نہیں لیکن خطرناک بات یہ ہے کہ خاص کر عربوں کو دہشت گرد کہا جائے، عربوں بدر جن لوگوں نے یہ الزام لگایا ہے وہ اسلام دشمن عناصر ہیں، مثلاً اسرائیل فلسطین کی تحریک انتفاضہ کو دہشت گرد بتاتا ہے، یہ بات صحیح نہیں کیونکہ فلسطینی تو اپنے جائز حقوق اور ملک و وطن کے لئے لڑ رہے ہیں، دہشت گردی و تشدد ہر جگہ موجود ہے، البتہ اس کو عمومیت کا رنگ دینا صحیح نہیں، بلکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے، ہر چیز میں عمومیت اچھی بات نہیں، ہاں! اس بات میں عمومیت پیدا کرنے میں اسلام دشمن عناصر کا ہاتھ ضروری ہے۔

سوال:۔ عالم اسلام کی موجودہ صورتحال سے کیا آپ مطمئن ہیں؟

جواب:۔ موجودہ حالات کے اعتبار سے عالم اسلام اس وقت دو حصوں میں منقسم ہے، ایک حصہ وہ جو امن و امان اور سلامتی و آشتی سے بہرہ ور ہے، دوسرا حصہ وہ جو مختلف قسم کی سیاسی اور اقتصادی مشکلات سے دوچار ہے، مثلاً بوسنیا ہرزے گووینا کو سربیائی بھیڑیوں کے وحشیانہ حملوں اور تباہ کن غارتگریوں کا سامنا ہے اس وقت وہاں کا مسئلہ ناقابل حل بحران کے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے، لاکھوں انسانوں کا

قتل عام ہوا۔ ان کی جائیدادیں اور اموال املاک لوٹ لی گئیں۔ ان کی عصمت و آبرو پامال ہوئی یہی حال فلسطین اور عالم کے بہت سے خطوں کا ہے۔ ہم مسلمانوں کی ذمہ داری اس وقت یہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں بدیشان حال مسلمانوں کا مال اور معنوی اعتبار سے تعاون اور اسلحوں کے ذریعہ ان کی امداد کریں، عالم اسلام کے ہر مسلمان پر وہی ذمہ داری عاید ہوتی ہے جو ہماری ذمہ داری ہے لہٰذا ہم پر ضروری ہے کہ ہر ممکن طور سے ہر میدان میں مسلمانوں کا تعاون کریں ان کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں کسی طرح کی کمی یا کوتاہی کرنا، نفس اسلام کے بارے میں کوتاہی و کمی کرنے کے مترادف ہے۔

سوال:۔ مملکت سعودیہ آنے سے قبل اس کے بارے میں آپ کے کیا جذبات و خیالات تھے کیا آنے کے بعد ان جذبات و خیالات میں کچھ فرق محسوس کرتے ہیں؟

جواب:۔ مملکت سعودیہ آنے سے قبل میں یہ تصور کرتا تھا کہ یہ ایک صحرائی و ریگستانی مملکت ہوگا جس میں جگہ جگہ تیل کے کنویں ہوں گے۔ میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ یہ ملک اتنا ترقی یافتہ ہوگا۔ اس وقت تو سعودیہ زندگی کے تمام شعبوں میں غیر معمولی ترقی کر چکا ہے ہر زائر حرم جب سعودیہ کو اس جدید ترین شکل میں دیکھتا ہے تو حیران و ششدر رہ جاتا ہے، نہایت مختصر سے وقت میں سعودیہ ایک صحرائی و ریگستانی ملک سے ایک جدید ترین ترقی یافتہ اور سبزہ زار ملک میں تبدیل ہو گیا ہے اور ان تمام جدت و ترقی کے باوجود مملکت نے جدید تہذیب و ثقافت اور قدیم تہذیب و ثقافت میں ایک حسین امتزاج و اعتدال پیدا کر رکھا ہے، مملکت کے جدید تہذیب سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم تہذیبی ورثہ کا تحفظ بھی کیا ہے

(باقی صـ۲۱ پر)

## بقیہ درس حدیث

ایمانی لذت و مٹھاس کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ بندۂ مؤمن خواہشات کی غلامی نفس امارہ کے قید و بند اور مال و زن کے فتنے سے آزاد ہو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اپنے ہر کام کو اسی کی رضا و خوشنودی کی خاطر کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو، اپنے ہر کام میں اسی سے مدد کا طالب ہو اور اس کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آئے اس پر سر تسلیم خم رکھے اپنی ذات سے متعلقہ فرائض و ذمہ داریوں کو پوری امانت و مستعدی کے ساتھ ادا کرنے میں لگا ہو۔

ایمان کی لذت و مٹھاس کا تقاضا ہے کہ بندۂ مومن ایمانی لذت کی ان صورتوں کو ذیل میں مذکور طریقوں سے حاصل کرنے کی فکر کرے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ محبت حقیقی معنی میں اللہ اور اس کے رسول ہی سے ہونی چاہئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی بے مثال ذات نے اس کو پیدا کیا ہے بندوں کو اسی نے ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے اس رحیم آقا نے پوری کائنات کی چیزوں کو انسانی ضرورتوں کے تابع بنا دیا ہے اس لیے بھی حقیقی محبت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ بندہ اسی کا محتاج ہے اور ہر حال میں اس کا سہارا اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے، اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

"اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ"

بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون) اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں بار بار جانشین بناتا ہے (یہ سب خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔

آگے فرماتا ہے:

"اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ"

بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں خدا (کی شان) اس سے بلند ہے۔

آگے مزید فرماتا ہے:۔

"اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"

بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے اور (کون) تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) کہہ دو کہ (مشرکو) اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے محبت کے اس معیار پر ہونا چاہیے جو اس کے شایان شان ہے، کہ وہ مالک و خالق بھی ہے اور بندوں کا حاجت روا بھی، بڑھاپے کو اسی کا محتاج سمجھتا ہے، اسی پر بھروسہ کرتا ہے، اپنی جملہ ضروریات میں اسی کی مدد کا طلبگار ہوتا ہے، اس کی نعمتوں اور فضل و عنایت پر شکر گزار ہوتا ہے۔ جو بندہ ایسا نہیں کرتا وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اس کو ایمان کا لطف و مزہ نہیں نصیب ہوگا۔

(جاری)





# سمرقند و بخاریٰ کی بازیافت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پانچویں اور آخری قسط

ازبکستان کا مشرقی حصہ جو فرغیانہ سے ملتا ہے دین و علم دین کے لحاظ سے اس وقت پورے ترکستان میں ممتاز حیثیت کا علاقہ ہے اسی میں وادی فرغانہ ہے جو ترکستان کے ازبکستانی حصہ کے مشرق میں دریائے سیحون کے ارد گرد واقع ہے۔ اسکے مشہور مقامات میں فرغانہ، مرغینان، نمنگان اور اندجان اور خجند ہیں اس وقت بھی وہاں مذہبی رجحان زیادہ ہے مکاتب و مدارس بھی ہیں فرغانہ بابر بادشاہ کا وطن تھا۔ اور یہیں سے اس نے ہندوستان کا رُخ کیا تھا اور اپنی نسل سے برصغیر ہندو پاک میں حکمرانوں کا ایک سلسلہ چھوڑا، جنکی غدر ۱۸۵۷ء تک اس ملک میں حکمران رہی، یہ خاندان قائدانہ مقاصد و مزاج کا حامل رہا اور اس نے برصغیر میں حکومت رواداری کے ساتھ کی اور یہاں کی اکثریت سے مذہبی رواداری کے ساتھ معاملہ رکھا۔ البتہ ملک پر گہرے ثقافتی و تمدنی اثرات چھوڑے ان اثرات سے ازبکستان کی ثقافت و تمدن کی شکلوں سے برصغیر کی مسلم ثقافت کی، کسی قدر یگانگت رہی تعمیری فن میں بھی مماثلت کا انداز ملتا ہے، تاج محل میں بھی اثر ہے کیوں کہ اس کے بڑے معمار ترکستان سے آئے تھے۔

سیحون دریا ازبکستان کی مشرقی سرحد سے داخل ہو کر شمالی جانب قازقستان سے ہوتا ہوا مغربی جانب واقع بحیرہ ارال کے شمالی حصہ میں گر جاتا ہے ازبکستان کے جنوبی سرحد بدسرحد کے ساتھ جنوبی دریا دریائے جیحون گذرتا ہے جس کا شمالی علاقہ ماوراءالنہر اور جنوبی علاقہ خراسان سے موسوم رہا ہے سیحون اور جیحون دونوں دریاؤں کی وجہ سے اس ملک کا علاقہ شاداب اور زرخیز ہے غلہ جات اور پھلوں کے معاملہ میں بھی زرخیز ہے یہاں غلہ جات کے علاوہ روئی کی بہت کاشت ہوتی ہے جو اس کیلئے اور قرب و جوار کے علاقوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ وسطی ازبکستان کا علاقہ قدیم میں صغد کہلاتا تھا اس میں ایک چھوٹا دریا زرفشاں ہے جو سمرقند سے بخارا کی گیا ہے اور ازبکستان کے مغربی جانب بحیرہ ارال ہے جس سے متصل علاقہ قدیم میں خوارزم کہلاتا تھا وہاں خوارزم شاہ کی بڑی سلطنت رہ چکی ہے۔ ازبکستان کے یہ تینوں خطے مشرقی وسطی اور مغربی قدیم تاریخی مقامات رکھنے والے خاص خطے رہے ہیں مشہور تاریخی شہر ہیں سے علماء و حکماء کا تعلق رہا ہے ان میں تینوں خطوں میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں جنوبی ماوراءالنہر کیا تھ شمالی خراسان میں قدیم تاریخی مقامات ہیں یہ دونوں علاقے ترکستان کے حصے ہیں اس خطہ میں علم و دین کا بہت فروغ ہوا۔ اور وہ فروغ برابر جاری رہا حتیٰ کہ کمیونسٹ حکومت نے اسکو پوری طرح مٹا دینے کی کوشش کی اور ظاہری طور پر بڑی کامیابی بھی حاصل کرلی مذہب دب گیا لیکن ختم نہ ہو سکا اب آزادی کے حالات شروع ہونے پر دینی مذہبی جذبات ظاہر ہونا شروع ہوئے مسجدیں نئی نئی بننے لگیں اور نمازوں کا چلن کھل کر سامنے آگیا جو چونکہ ازبکستان میں مسلک حنفی ہمارے برصغیر کے احناف سے مشابہ طرز ملتا ہے۔ صرف جزوی باتوں میں فرق ہے مثلاً جماعت کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا اہتمام دیکھا، امام بلند آواز سے افتتاح کرتا ہے۔ بقیہ حضرات اس کو آہستہ آواز سے پورا کرتے ہیں عصر کی جماعتوں کے بعد تسبیحات فاطمہ کا آغاز امام بلند آواز میں کرتا ہے اور آہستہ آواز سے بقیہ حضرات پورا کرتے ہیں مختلف موقعوں پر دعا کے اختتام پر سورہ فاتحہ بھی پڑھنے کا رواج ملا، نمازوں میں شرکت کی کمی نظر آئی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بکثرت لوگ نماز کے متعلق کچھ جانتے ہی نہیں، سات دہائیوں کی مذہب دشمن جدوجہد کے بعد ان کے لئے یہی بہت ہے کہ وہ اپنے کو مسلمان تسلیم کر لیتے ہیں اور ملنے والے کو مسلمان جاننے پر اس کی ملاقات سے خوش ہوتے اور مانوس ہوتے ہیں

ترکستان کی تاریخ ساز اسلامی شخصیتوں کے مزارات اپنی جگہوں پر قائم ہیں اہم شخصیتوں کے مزار عموماً پختہ دیکھے لیکن وہاں کوئی بدعت، شرک نظر نہیں آیا اور نہ نذرانے چڑھانے کا عمل دیکھنے میں آیا۔ مزار کی عمارت پر گنبد بھی نظر نہیں آئے، مزار کے ارد گرد سائبان و دالان بھی نہیں دیکھے جس سے وہاں بیٹھنے یا بدعت کرنے کی جگہ ہو۔ یہی خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے مزار پر بھی دیکھا، اور خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے مزار پر بھی یہی دیکھا۔ اول الذکر کا مزار بخارا کے مضافات میں اور ثانی الذکر کا مزار سمرقند کے مضافات میں ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ کمیونسٹ نظام نے مذہب کو مٹانے

کی تجدد و جہد کی اس میں ان تمام باتوں کو بھی ہدف بنایا جو مذہبی انداز کی تھیں ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اہم ترین شخصیتوں کی قبروں کو قومی آثار کے طور پر رکھا گیا ہے مذہبی مقامات کا درجہ نہیں دیا گیا۔

ایک دلچسپ بات یہ دیکھنے میں آئی کہ مزار کے قریب بیٹھے ہوئے جو لوگ مجاور جیسے معلوم ہوئے، ان کو دیکھکر یہ شبہ ہوا کہ یہ نذرانے لینے یا ہندوستان میں مروجہ مجاوری کرنے کا مقصد رکھتے ہوں گے ، لیکن معلوم ہوا کہ وہ زیارت کرکے آنیوالوں کو مہمان تصور کرکے خاطر یں کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں چنانچہ ہر شخص کو چائے پلانے اور بسکٹ وغیرہ سے خاطر کرنے کی کوشش کرتے اور کوئی چیز طلب نہیں کرتے۔

اندازہ یہ ہے کہ جس طرح ملک کے طول و عرض میں بکثرت مسجدیں مٹا دی گئیں اسی طرح بکثرت مزاروں کو بھی ختم کیا گیا ہوگا، صرف چند جگہیں نمونے کے لئے اور پروپیگنڈہ کے لئے باقی رکھی گئیں اور ان کی قدامت اور تعمیری نمونوں کو ملک کے آثار قدیمہ کے ضمن میں محفوظ رکھا گیا ہے جو سیاحوں کو دکھانے بلکہ ان کی آمد کیلئے کشش کا ذریعہ بنایا گیا چنانچہ ان جگہوں کو دیکھنے کیلئے یورپ وامریکہ سے سیاح آتے ہیں اور اسی طرح ملک کو بیرونی کرنسی کے حصول کا فائدہ ہوتا ہے، یہ فائدہ اب جبکہ روس کو سخت اقتصادی کمزوری سے سابقہ پڑا ہے اور زیادہ مطلوب و مقصود ہو گیا ہے، قابل عبرت بات یہ ہے کہ روس کا کمیونسٹ انقلاب اقتصادی برابری اور بہتری کیلئے ہوا تھا اور اس کے لئے دوسرے مقاصد سے توجہات ہٹا کر اسی مقصد پر زیادہ مرکوز کرنے کی کوشش کی گئی تھی ستر سال کی مدت میں دعووں اور توقعات پر رکھا گیا لیکن نتیجہ سخت اقتصادی ابتری کی صورت میں نکلا حتی کہ اب تمام قدروں اور اصولوں کو چھوڑ کر حصول زر مقصد بن گیا اور اس امریکہ کو جس کو روسی شریعت میں شیطان اعظم قرار دیا جاتا تھا۔ اب دوست اور سرپرست بنا لیا گیا۔ مالی ابتری کا یہ حال دیکھا کہ روبل جس کا تناسب ہندوستانی روپیہ سے ابھی چند سال قبل ایک دو کا تھا۔ اب ایک اور سو کا ہو چکا ہے یعنی ایک روپے میں ایک سو روبل مل رہے ہیں اس کی وجہ سے وہاں گرانی آسمان تک پہونچ گئی ہے۔

آج حالات بدل جانے اور ان علاقوں کے آزاد ہو جانے کے بعد بھی تاتاری نسلیں مغربی طاقتوں کے پنجۂ استبداد و دست سیاست کے سامنے بے بس حالت میں ہیں حالانکہ اپنے افراد کی تعداد اور ہائشی رقبے کے اعتبار سے غیر معمولی حیثیت کی مالک ہیں، ان کی کل آبادی بیس کروڑ کے لگ بھگ ہوگی اور رقبہ ساٹھ لاکھ مربع کلومیٹر لیکن وہ تقریباً بارہ، تیرہ ملکوں میں بٹے ہوئے اور غیروں کے اثر میں دبے ہوئے ہیں یہ وہ ہیں جن کے اسلاف نے ایمان و تمت سے ماضی کی تاریخ میں اپنی عظمت و جہاں باتی کی مثال قائم کر دی تھی، انھوں نے اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور وسیع رقبۂ عالم کو اپنا زیر اثر بنا لیا تھا، ان کی ایک شاخ جو ترکوں کے نام سے موسوم ہوئی اس نے ترکستان سے لیکر یورپ کے قلب تک اپنی فتوحات و حکومت کے جھنڈے گاڑ دیئے اور بیک وقت تین براعظموں ایشیا، یورپ اور براعظم افریقہ کے متعدد اہم علاقوں کو اپنے زیر حکومت بنایا، رومیوں کی بازنطینی عظمت کو اس کے صدر مقام قسطنطنیہ کو فتح کرکے پاش پاش کر دیا۔ یہ سلطان سلیمان قانونی کے زمانہ میں دنیا کی سب سے پر عظمت اور طاقتور حکومت کہلائی۔

یہ خلافت عثمانی تھی جو عثمان نامی ایک ترک حاکم کی طرف منسوب تھی، جن کی اولاد نے خلافت اسلامی کا منصب حاصل کرکے دنیائے اسلام کی سات سو سال سرپرستی کی ان کے سامنے یورپ کی طاقتوں نے بارہا شکست کھائی اور پسپا ہوئیں لیکن جب خلافت اسلامیہ کے ان نمائندوں میں وہ امراض پیدا ہوئے جو زوال لاتے ہیں تو وہ پڑوس کے یورپین سلاطین کے دباؤ سے بتدریج سمٹتے چلے گئے بالآخر یورپ کے تربیت یافتہ اور پروردہ جرنیل مصطفی کمال نے ان ترکوں کی اس عظمت کو، جو خلافت کے نام سے ساری دنیائے اسلام کے لئے مرکزی سہارا بنی ہوئی تھی، ختم کیا اور اس کو غلبہ کے خاتمہ کا آغاز بنایا یہ ایک سخت ذلت کا مرحلہ تھا جس نے مسلمانان عالم کو بہت نقصان پہونچایا۔

تاتاریوں کی ایک دوسری نسل نے جس کا قائد تیمور تھا ترکستان کے قلب سے اپنی طاقت و عظمت کا آغاز کیا اس کے زمانہ میں سمرقند دنیا کے عظیم ترین مرکزوں میں ایک مرکز بن گیا تھا اور اردگرد کے علاقے طاقت و تمدن میں نامور بنے۔ ترکستانی نسلوں نے بخارا و سمرقند کو دنیا کے عظیم مقامات میں شمار کرا دیا ایک طرف طاقت و غلبہ کی مثال قائم کی، دوسری طرف علم و فن میں بام عروج تک پہنچے۔ تیسری طرف جہاں بانی کیلئے ان کی نسلیں جنوبی ایشیا تک پہونچیں اور وہاں صدیوں دنیا کی عظیم حکومت کی سرپرستی و قیادت کی ان کی عظمت کی نشانیاں ترکستانی خطوں کی عمارتوں کے علاوہ جنوبی ایشیا میں تاج محل، قطب مینار، عظیم قلعے اور مساجد صدیوں قائم رہنے والی یادگاریں ہیں، دوسری جانب انکی حکومت و طاقت کے زیر سایہ برصغیر کے مسلمانوں کی وہ تہذیب بنی جو پورے عالم اسلام میں اپنی ایک علیحدہ خصوصیت رکھتی ہے اس میں ثقافت، تمدن، علم و فن اور علوم اسلامیہ میں امتیاز جیسی اپنی الگ الگ خصوصیات ہیں تقسیم ہند سے مسلمان قوم اگر دونیم نہ ہو جاتی تو کیا عجب تھا کہ مسلمانان برصغیر کو دنیائے اسلام کی قیادت کا بھی موقع مل جاتا۔

جنوبی ایشیا کی مسلمان تہذیب کو ترکستان کے تیموری خاندان کے زیر اقتدار، جو مدد پہونچی، اس کی اہمیت کو





نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، خود ترکستان کے علاقوں میں اسلامی عہد کے مختلف ادوار میں کئی عظیم حکومتیں قائم ہوئیں جنکے زیر سایہ علم و تمدن و حکومت کی عظمتیں سامنے آئیں ان میں خوارزم شاہ کی حکومت بھی شامل ہے جس نے وسط ایشیا کے ایک معتدبہ رقبہ میں اپنی عظمت کا مظاہرہ کیا لیکن صدیوں نام عروج پر رہنے کے بعد یورپ کے بیدار ہونے پر گذشتہ تین صدیوں کے اندر یہ سارا علاقہ یورپ کے ممالک کی انتقامی کارروائیوں اور سازشوں کا میدان بن گیا یورپ کی ان طاقتوں نے جو منصوبے بنائے ان میں وہ کامیاب ہوئیں آج مسلمانوں کی عظمت کے یہ سب علاقے دشمنان اسلام کے قدموں کے نیچے ہیں اور ان کے سازشوں کے مسلسل شکار ہیں۔

گذشتہ تاریخ کی آخری تین صدیاں مسلمانوں کے لئے بڑا سبق رکھتی ہیں، یہ ان کے بام عروج سے قعر زوال تک پہونچنے کی المناک تاریخ پر مشتمل ہیں لیکن یہ اسی کے ساتھ انکی اپنی کوتاہیوں، غفلتوں اور بے عملیوں کی رنجیدہ داستان بھی ہے جس سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ اپنا مستقبل درست کرنے اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کی تدبیر صحیح لائنوں پر کر سکیں اور ایسے دشمنوں سے نبرد آزمائی کے محاذوں کو صحیح شکل میں مضبوط کر سکیں۔ ان تین صدیوں میں مسلمان طاقتوں کے زوال کے اسباب کا سرسری جائزہ یہ بتاتا ہے کہ دینی حق رکھنے کے باوجود اس پر صحیح عمل کرنے میں کوتاہی کے ساتھ عالم اسباب میں تین وجوہ نے بہت اثر ڈالا۔ ان میں ایک جاہ و اقتدار کیلئے آپس کی رسہ کشی، ریشہ دوانی حتی کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور شکست دینے کیلئے دشمن تک سے مدد لے لینا اور مسلم دشمن طاقتوں کو اپنے معمولی مفادات کی خاطر بہت رعایتیں دیدینا دولت کو زیادہ تر شان و شوکت کے اظہار، اور تعمیری مقاصد کے بجائے یادگاری کاموں پر بے دریغ صرف کرنا، اپنے حدود آمدنی سے نکل کر قرض کا سہارا لینا اور قرض کے جال میں پھنستے چلا جانا۔ اور تیسرے ملک و قوم کی زندگی کو عملی بنیادوں پر ترقی دینے اور بہتر بنانے سے شدید کوتاہی کرنا ہے۔

مسلمان طاقتوں کو ایک زبردست نقصان ان کی اس غفلت سے بھی ہوا، جو انھوں نے غیروں کے وعدوں اور باتوں پر بے سمجھے بوجھے اعتماد کیا ان کی مخفی سازشوں سے تغافل برتا اور سراسر غافل رہے چنانچہ عالم اسلام کے ممالک ظاہراً آزاد لیکن حقیقت میں ذلیل کن تابعداری میں چلے گئے گذشتہ تین صدیوں کی تاریخ کھلے طریقہ سے ہم کو یہی نقشہ دکھائی ہے۔ یہی اسباب ہندوستان کے علاقوں میں مسلمانوں کے اقتدار سے بے دخل ہو جانے اور برطانی استعمار کے پنجہ میں چلے جانے کے ہیں کہ کہنے والے کو کہنا پڑا کہ "جعفر از بنگال و صادق از دکن ننگ دیں، ننگ ایماں ننگ وطن"۔

اور یہی اسباب ترکستانی دنیا میں پیش آئے کہ آپس کی کشمکش اور دشمن کے وعدوں اور ظاہری مدد و تعاون پر غیر معمولی اعتبار اور صحیح وسائل کا استعمال نہ کرنا اور یہی اسباب ترکی خلافت کے سانحہ میں بھی کارفرما رہے اقتصادی، بے تدبیری اور قرض میں مسلسل اضافہ پھر دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے غفلت اور علمی ترقیات کی طرف سے غیر معمولی غفلت اہم اسباب تھے بے حد و حساب چوٹیں کھانے اور ذلت سہنے کے بعد اب صحیح علمی و دینی شعور کے حاملین کے ذریعہ یہ احساس ابھرنا شروع ہو گیا ہے کہ ہم پہلے دنیا کے قائد تھے اب حقیر اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے سامنے تابع اور ذلیل ہیں۔

یورپ نے علم و محنت سے کام لیا تو باوجود کفر و مذہب دشمنی کے، دنیا کا قائد بن گیا، ہم نے علم اور صحیح حکمت عملی سے کام کرنا چھوڑ دیا تو باوجود حق پر ہونے اور باوجود علم و تمدن کی موجودہ ترقیات کے اولیں رہبر ہونے کے، ذلیل و رسوا ہیں۔

لیکن اب حالات کروٹ لینے کا اشارہ دے رہے ہیں، یورپ اپنے تمدن کی صلاحیت پر ایمان کھوتا جا رہا ہے۔ وہ اپنی صحت مند انہ ضرورتوں کے ساتھ اپنے قدیم مذہب کو سازگار نہیں سمجھ رہا ہے، (باقی صـ۲۶ پر)

محمد ابراہیم ندوی

# امریکن آرمی میں ایک مسلم مذہبی رہنما کی تقرری

سہ دسمبر ۱۹۹۳ء بروز جمعہ امریکن آرمی میں مذہب اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے کیپٹن عبدالرشید محمد کو مذہبی رہنما کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا یہ تقرری ایک فنکشن میں عمل میں آئی جو امریکہ کے دارالسلطنت واشنگٹن میں واقع نیشنل کی عمارت کی تیسری منزل پر اسی غرض سے منعقد کیا گیا تھا۔

امریکہ کی اسلامک کونسل کے ایگزیکٹیو ڈائریکٹر عبدالرحمن عامودی کا کہنا ہے کہ انشاءاللہ جلد ہی دوسرے ممالک بھی اس نقش قدم پر چلیں گے۔ اس فنکشن میں مختلف مذاہب اور فوج سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی جس میں امریکہ کے نائب وزیر دفاع بھی شامل ہیں اس کے علاوہ واشنگٹن کی بہت سی اسلامی شخصیتیں بھی شریک ہوئیں خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ فنکشن ہال میں اس واقعہ کی تفصیلات فوٹوگرافی اور ٹی وی کیمروں کے ذریعہ اخذ کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر ذرائع ابلاغ نے دلچسپی لی۔

اس فنکشن کے پروگرام میں کیپٹن عبدالرشید کی تقرری اور ان کی فوجی وردی پر فوج کے شعبہ مذہب اسلام کے علامتی نشان کی رسم اجرا شامل تھی جو چاندی رنگ کے ہلال سے عبارت ہے اور جسکو مذہبی رہنماؤں کی مخصوص جاکیٹ کے کالر کے دونوں جانب لگایا جاتا ہے اس کے بعد کیپٹن عبدالرشید اور ان کی فیملی نے اس موقع پر پیش کئے جانے والے تحائف قبول کئے اور اسٹیج پر آکر اپنی ڈگری کا متن حاضرین جلسہ کو پڑھکر سنایا اور حمد وثنا کے بعد اس تاریخی دن پر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ دینی اصولوں اور اسلامی بنیادوں پر امن و سلامتی کا پیغام ساری دنیا میں عام کرنے کے لیے حیثیت سے آج کا دن مستقبل کے لئے نشان راہ ثابت ہوگا۔ اور انھوں نے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا اور ان کے حق میں دعائیں کیں جو اس تقریب کا ذریعہ بنے اور اس کے لیے بہرصورت حصہ لیا کیونکہ یہ فوج سے منسلک تمام مسلمانوں کی ایک دلی آرزو تھی

بعد ازاں جناب عامودی نے ایک جذباتی تقریر کے دوران اس پروگرام کو کامیاب بنانے کی راہ میں تعاون کو صدقہ جاریہ قرار دیا اور کیپٹن عبدالرشید کی ذات سے امید ظاہر کی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر گامزن ہوکر دوسروں کے لئے نمونہ ثابت ہوں گے نیز انھوں نے شعبہ مذہبی امور کی انتظامیہ کے تمام ذمہ داروں اور ان کے تعاون کا سارے مسلمانوں کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ ائمہ کونسل کے چیرمین امام کاشف نے بھی اس مبارک دن پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ سب کچھ محض خدا کے فضل وکرم سے ہوا ساتھ ہی خدائی فیصلوں کو منظر عام پر لانے کے لئے انسانی تدبیروں اور کوششوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اس کے بعد سورہ اخلاص کا انگریزی میں مفہوم پیش کیا جس کو اسٹیج پر موجود رفقاء نے بیک آواز دہرایا۔ اس موقع پر امریکہ کے مشہور اسلامی رہنما شیخ وارث الدین محمد کے نمائندے امام سلیم نے کیپٹن عبدالرشید کو ایک خصوصی سند پیش کی اور اس کا متن لوگوں کو پڑھکر سنایا اور ان سے اپیل کی کہ وہ اپنے فرائض منصبی کو کماحقہ نبھائیں گے۔ اور اس کے روشن خطوط پر قائم رہ کر دینی تعلیمات کو فوج کے جوانوں میں عام کریں گے

## فنکشن سے متعلق "المسلمون" کے ساتھ

اپنے ایک انٹرویو میں امام عبدالرشید نے اس تاریخی دن کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اعتبار سے یہ ایک اہم اور عظیم دن ہے کہ مجھے اپنے مذہب کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے اور مسلمانوں کی دینی اور فکری سرپرستی کے فرائض انجام دینا ہے اور مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کر رہا ہوں جو تمام خدائی پیغاموں کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور وہ ہے دعوت الی اللہ، شیخ عامودی نے اسی دوران قطع کلام کرتے ہوئے کہا کہ جلد ہی امریکن نیوی میں بھی ایک مذہبی رہنما کی تقرری عمل میں آئے گی، کیپٹن عبدالرشید نے اپنا طریقہ کار واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک سرگرم ٹیم کا طریقہ کار میرے عقیدے کا جز ہے پروگراموں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اجتماعی عمل اور باہمی تعاون بنیادی عنصر ہے۔ انھوں نے فوج سے منسلک غیر مسلموں کے درمیان اپنی خدمات کے سلسلے میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی تعلیمات کا تقاضہ ہے کہ میں دوسروں کی خدمت کروں خواہ وہ غیر مسلم ہوں جب بھی انھیں میرے تعاون کی ضرورت ہو





امام عبدالرشید یونیورسٹی سطح کے ایک گریجویٹ ہیں انھوں نے امریکن یونیورسٹیوں سے ڈائرکشن اینڈ سوشل ورکس میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے، امریکن آرمی میں ۱۹۸۲-۱۹۸۵ کی درمیانی مدت میں کام کیا ہے۔ وہ پہلے مذہبی رہنما ہیں جن کی تقرری امریکن آرمی کی طرف سے اس عہدہ پر ہوئی ہے وہ اب تک تھری اسٹار کیپٹن کا پروموشن حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں، شادی شدہ چھ بچوں کے باپ ہیں وہ خود اپنے عیسائی والدین کے گیارہ بچوں میں سے دسویں اولاد ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۹۵۲ء میں نیویارک کے مقام بوفالو میں ہوئی۔

اس موقع پر فوج میں مسلم یونین میں کام کرنے والے نوجوان خوشی ومسرت سے سرشار نظر آئے خاص طور سے مصطفیٰ کاشف اور قاسم عقدہ جنھوں نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا وہ بڑی خندہ پیشانی اور حسین مسکراہٹوں کے ساتھ آنے والوں کا خیر مقدم کر رہے تھے، شرکاء جلسہ نے امید ظاہر کی کہ یہ سلسلہ فوج سے منسلک مسلمانوں کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے مبارک آغاز ہوگا۔

واشنگٹن میں واقع معہد العلوم الاسلامیہ والعربیہ کے استاذ شریعت ڈاکٹر بندر بن کویلم نے توقع ظاہر کی کہ مسٹر عبدالرشید اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں اور بے بنیاد خیالات کی تردید میں کامیاب رہیں گے۔ مذکورہ معہد کے پروفیسر ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس نے فرمایا کہ انکو قوی امید ہے کہ مسٹر عبدالرشید امریکن آرمی کے درمیان اسلام کے تعارف اور بہت سے لوگوں کے مشرف باسلام ہونے کا ذریعہ ثابت ہوں گے اور ایک بااصول پابند شریعت مسلمان کی بلند قامت دلآویز اور سچی تصویر رہوں گے۔

## ۱۔ سعودی حکومت کیطرف سے مرمرہ یونیورسٹی کو ترجمہ قرآن کریم کے بیس ہزار نسخوں کا ہدیہ

استنبول میں واقع مرمرہ یونیورسٹی کی ریلیجن فیکلٹی نے ترکی زبان میں قرآن کریم کے تراجم کے بیس ہزار نسخے وصول کئے جس کو مدینہ منورہ میں قائم شاہ فہد بن عبدالعزیز اکیڈیمی برائے طباعت قرآن کریم نے بطور ہدیہ پیش کیا ہے اس تحفہ کو رفاہی تنظیموں کالج کے طلباء، اور دوسرے ضرورتمند حضرات کے درمیان تقسیم کرنے کی غرض سے فیکلٹی کے اساتذہ ومتخصصین کی ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے

## ۲۔ ترکی میں شوریٰ کانفرنس کیطرف سے مسلم علماء کی بین الاقوامی کونسل کی تشکیل کی اپیل

ترکی میں مذہبی امور کی انتظامیہ کی جانب سے منعقد شوریٰ کانفرنس نے جس کا افتتاح ترکی کی وزیر اعظم سنژانس چیلر نے کیا اور جس میں سارے عالم اسلام کے علماء کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی مسلم علماء کی ایک بین الاقوامی کونسل تشکیل دی جانے کی اپیل کی ہے جو تمام اسلامی ممالک کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی اور جس کے اجلاس وقفہ وقفہ سے ملت اسلامیہ کے مسائل پر غور وفکر کرنے اور نت نئے مسائل میں شریعت کی رائے اجاگر کرنے کی غرض سے منعقد کئے جائیں گے اخبار "المسلمون" کی اطلاع کے مطابق کانفرنس میں بعض ترکوں نے مطالبہ کیا کہ ترکی کے محکمہ مذہبی امور کو وزیر اعظم کے دائرہ اختیار کے بجائے صدارتی اختیار میں دیدیا جائے تاکہ حکومتی سطح پر سیاسی تبدیلیوں کے نتیجہ میں ادارہ کی کارکردگی پر پڑنے والے منفی اثرات سے بچا جاسکے جیسا کہ شرکاء نے اسلامی اوقاف کو محکمۂ مذہبی امور کے ماتحت قرار دیئے جانے اور حسب سابق انتظامی ومالیاتی اعتبار سے اس کی سرپرستی میں دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔ نیز ترکی شرکاء نے اسلامی پرائمری اسکولوں کو سرکاری سطح پر تسلیم کئے جانے اور انکو بنیادی تعلیم کا حصہ قرار دیئے جانے کا بھی مطالبہ کیا مزید اس بات پر بھی زور دیا کہ ریڈیو اور ٹیلیویژن کے دو اسٹیشن محکمہ مذہبی امور کیلئے مخصوص کئے جائیں جو اسی کے تابع ہوں تاکہ یہ محکمہ اپنے فرائض صحیح طور سے انجام دے سکے۔

## (بقیہ) اسلام کے بارے میں یورپ کا نقطۂ نظر

شخصی اعتبار سے میں مملکت کے اس اقدام کو جاپان کے اقدام سے تشبیہ دوں گا جس نے جدید تہذیب سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ قدیم تہذیبی اقدار وروایات پر کاربند رہنے کی زندہ مثال قائم کی ہے۔

سوال:۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سعودی مملکت کے دین کی خدمت کے میدان میں رول کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ اسلام کی خدمت واشاعت کے سلسلے میں مملکت نے نمایاں اور امتیازی حصہ لیا ہے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں مملکت کی خدمات جلیلہ اور دنیا کے مختلف خطوں میں آباد مسلمانوں کا مالی ومعنوی اعتبار سے بے مثال تعاون کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اسطرح دعوتی اور تبلیغی میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور مملکت کی مخلصانہ اور بیکران جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

محمد خالد ندوی غازی پوری

# آہ! مولانا بشیر حسین صدیقی مرحوم

## استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء

جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے محفل دوشیں کا وہ چراغ سحر جو پچھلے دو تین سال سے حوادث زمانہ کے جھونکوں میں ..... بھی ٹمٹماتا رہا بالآخر ۹ رجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۹۳ء بروز جمعہ تقریباً صبح دس بجے ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا۔ یعنی حضرت مولانا بشیر حسین صاحب جو دارالعلوم کے معروف وقدیم اساتذہ میں تھے اپنے رب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اپنے پیچھے ہزاروں شاگردوں اور اہل تعلق کی ایک دنیا چھوڑ گئے جو اپنی ویرانی پر اشکبار اور دلفگار ہے اور مدتوں رہے گی۔

جو جانتے ہیں انھیں بتانا کیا مجسم زہد وایثار، مرنجاں مرنج خلیق وملنسار اور حالات کے مقابلہ میں کوہ استقامت اپنوں اور غیروں سبھی میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے والے جناب مولانا بشیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اب ہم کہاں دیکھ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

مولانا مرحوم صدیقی خانوادے کے چشم وچراغ تھے۔ اصل وطن اودھ کے مشہور قصبہ کرسی کے پاس موضع موسٹر تھا۔ جہاں آپ کا خاندان اہل جائداد وثروت شمار کیا جاتا تھا۔ پھر یہ خانوادہ لکھنؤ منتقل ہوگیا۔ اور رفتہ رفتہ آبائی جائداد بھی دوسروں کے قبضہ میں چلی گئی۔ لکھنؤ کے مشہور محلہ پاٹا نالہ جہاں حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا قیام تھا اور آج بھی جہاں دارالمبلغین آپ کی یادگار قائم ہے اس کے جوار میں ایک کرایہ کے مکان میں مولانا نے پوری زندگی گذار دی۔ آپ چار بھائی تھے۔ آپ کے بڑے بھائی شبیر حسین صاحب جو تقریباً ۹ سال بڑے ہیں آج بھی بقید حیات ہیں یہ عجیب بات ہے کہ چار بھائیوں میں تین بھائی لاولد رہے البتہ ایک بھائی جو پاکستان منتقل ہوگئے تھے۔ ان کے گیارہ بچے ہیں۔ مولانا مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی۔ طبیعت پر زاہدانہ اثر غالب تھا جس کی وجہ سے شادی ایک بیوہ خاتون سے فرمائی۔ جن کے پہلے شوہر سے ایک صاحبزادی تھیں وہ آپ کے ساتھ رہیں۔ مولانا کا معاملہ ان کے ساتھ ایسا تھا کہ کسی کو یہ جاننا مشکل تھا کہ وہ آپ کی حقیقی صاحبزادی نہیں ہیں۔ اہلیہ کا چند سال پہلے انتقال ہوگیا تھا۔ اس حادثہ فاجعہ کا اثر قلب ودماغ پر جو ہونا چاہیے تھا اس سے وہ ابھی اپنے آپ کو آزاد نہ کر سکے تھے کہ اسی اثنا میں نوجوان داماد کے اچانک ایک حادثہ میں انتقال نے قلب ودماغ کو بہت متاثر کیا طبیعت نڈھال سی ہوگئی تھی۔ ذہنی توازن بے قابو سا ہونے لگا تھا۔ پھر اللہ نے صحت دی۔ دارالعلوم میں آنے لگے اور پھر محفلیں گرم ہوگئیں اپنی خوش طبعی وظرافت سے مجلس کو لالہ زار کر دیتے تھے۔ دارالاساتذہ میں اکثر ان کے دم سے رونق رہتی ہم خوردوں کے ساتھ معاملہ عجیب محبت کا فرماتے۔ اکثر وبیشتر جب گھر سے آتے تو کبھی موم پھلی، امرود اور کبھی گھر کی پکی ہوئی کوئی چیز لے کر تشریف لائے۔ اور پھر بڑی محبت اور نرالے انداز سے لوگوں کو کھلاتے۔ الائچی اور لونگ کی ڈبیہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ کٹی ہوئی گری چھوٹی شیشی میں ہوتی۔ اور پھر ہم لوگ بہ اصرار ان سے وصول لیتے۔ اور وہ ہنستے ہوئے خاص لکھنوی انداز میں کوئی جملہ کہتے ہوئے ضرور عنایت فرماتے۔

تعلیم مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں ہوئی تھی حضرت مولانا عین القضاۃ نور اللہ مرقدہٗ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ حفظ وقرأت اور عربی کی تعلیم کے بعد دورہ دارالعلوم دیوبند سے کیا تھا۔ ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں استاد بھی رہے۔ ۶۰ء کے بعد ندوہ تشریف لائے اور اخیر تک دارالعلوم سے ربط قائم رہا صحت کی کمزوری کی وجہ سے تدریسی خدمت گذشتہ چند مہینوں سے موقوف ہوگئی تھی۔ ۷۰ سال کی عمر پائی۔

وصال سے تین روز پہلے بیماری کا شدید دورہ پڑا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ اس اثناء میں جو شخص عیادت کو جاتا تو اس سے فرماتے کہ جب ہمارا آخری وقت آئے تو زور زور سے کلمہ طیبہ کا ورد کرنا تاکہ سن کر مجھے بھی توفیق ہو جائے۔ بڑے نیک دل، نیک طینت، نیک خو اور پاکیزہ نفس تھے۔ غریبوں کا سہارا، یتیموں اور بیواؤں کا ملجا تھے۔ کتنی بچیاں ان کی کوشش سے بیاہی گئیں، اور کتنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ان کی ذات تھی، اب انھیں کا ذکر وتذکرہ ہے۔ آنکھیں اشکبار اور دل بے قرار ہے اور وہ ان امانتوں کے ساتھ اپنے رب سے جا ملے۔ نور اللہ مرقدہٗ جنازہ کی نماز مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے وسیع صحن میں ادا کی گئی۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ اور حضرت مولانا نے نماز جنازہ پڑھائی۔





# خلاصہ کارروائی مجلس نظامت ندوۃ العلماء منعقدہ ۵ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

جلسہ مجلس نظامت ندوۃ العلماء منعقدہ ۵ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۹۳ء میں مہتمم صاحب دارالعلوم حضرت مولانا محب اللہ صاحب لاری ندوی علیہ الرحمہ کے لئے ایصال ثواب ودعا مغفرت کی گئی۔ ندوۃ العلماء کے دیگر انتظامی امور پر غور وفیصلہ کے علاوہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے انتخاب کئے جانے کے سلسلہ میں جناب مولانا قاضی محمد معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء، مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء اور جناب پروفیسر وصی احمد صاحب صدیقی، نائب معتمد مال ندوۃ العلماء کی مشترکہ حسب ذیل تجویز مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی نے پڑھ کر سنائی:

**تجویز برائے اہتمام دارالعلوم:** جناب مولانا محب اللہ صاحب لاری ندوی علیہ الرحمہ کے حادثۂ وفات کے بعد چونکہ مہتمم دارالعلوم کا عہدہ خالی ہوگیا ہے اور مصلحت اور حالات کا تقاضہ ہے کہ اس جگہ کو پُر کرنے میں تاخیر نہ کی جائے اس لئے مجلس نظامت سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ مجلس انتظامی کے منظور کردہ اختیارات سے کام لیکر اس جلسہ میں مہتمم دارالعلوم کا تعین کر دے جس کو مجلس انتظامی میں پیش کر کے دوبارہ توثیق کرالی جائے گی اس سلسلہ میں ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو یہ عہدہ تفویض کیا جائے۔

موصوف کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو اس عہدہ کیلئے ضروری ہیں وہ ایک پختہ کار مدرس ہیں تعلیم ونصاب تعلیم کی تمام جزئیات سے واقف ہیں۔ عرصہ تک قائم مقام نائب ناظم کی حیثیت سے جملہ امور انتظامی کی سربراہی کر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ مختلف النوع افراد کو متحد رکھ کر دارالعلوم کی علمی ودینی خدمات کو جاری رکھ سکیں اور اس کو مزید ترقی دے سکیں وہ خود مصنف اور مؤلف بھی ہیں ان کی تصنیف کردہ کتابیں نصاب میں داخل ہیں۔ ملک کے اندر اور ملک کے باہر بھی روشناس ہیں۔ بزرگان دین کی شفقتیں اور دعائیں ان کو حاصل ہیں۔ اساتذہ، طلباء اور جملہ منسوبین ندوہ پر اپنا اخلاقی اور دینی اثر رکھتے ہیں۔ ناظم صاحب ندوۃ العلماء، نائب ناظم اور متعلقہ عہدہ داروں کا ان کو مکمل اعتماد حاصل ہے۔ ان خصوصیات کا جامع کوئی دوسرا شخص سردست پوری ندوی برادری میں نہیں ہے۔ یہ عہدہ ان کے لئے مشقتوں میں اضافہ کا سبب ہوگا۔ وہ رابطہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری ہیں جو ایک فعال ادارہ ہے۔ مجلس تحقیقات کی مکمل ذمہ داریاں ان ہی پر ہیں۔ اس لئے اس مزید بار کو وہ احتساباً قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وقوت عطا فرمائے" وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان"۔

جلسہ نے اس تجویز کو بنظر تحسین دیکھا اور اتفاق رائے سے منظور کیا۔ ارکان حضرات نے اس منصب کی قبولیت کے لئے صدر جلسہ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست کی۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔

**تجویز برائے عمید کلیۃ اللغہ:** مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی نے کلیۃ اللغۃ العربیہ کے عمید کے عہدہ پر مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی کو مقرر کئے جانے کی تجویز پیش کی جسے جلسہ نے منظور کیا۔ اور اس بنیاد پر ان کو مجلس انتظامی ومجلس نظامت کی رکنیت کے لئے نامزد کیا گیا۔

احاطۂ دارالعلوم میں دفاتر، دارالاقاموں ودیگر اہم جگہوں پر اندرونی فون (INTER COM) لگائے جانے کی تجویز کو مناسب اور ضروری سمجھا گیا۔ جلسہ نے اس کی منظوری دی

صدر مجلس کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

مولانا محبوب الرحمٰن ازہری

# سفرِ قادیان

## (۵)

سفرِ قادیان کا سلسلہ وار مضمون پچھلے شمارہ میں ناگزیر وجوہات کی بنا پر مکمل نہیں آسکا تھا سلسلہ کے لیے ۲۵ دسمبر کا شمارہ ملاحظہ ہو۔ (ادارہ)

### ۹۔ "ربوہ" کا فساد

قادیانیوں نے اپنی طاقت کے زعم میں "ربوہ" اسٹیشن سے گزرنے والے کچھ مسلم طلبہ پر حملہ کرکے انھیں بری طرح زدوکوب کیا، صرف اس وجہ سے کہ یہ طلبہ ہنگامہ سے ایک ہفتہ قبل اسی اسٹیشن سے ختم نبوت کی حمایت اور اس سے متصادم نظریات کے خلاف اسلامی الفکر نعرے لگاتے ہوئے گزر رہے تھے۔ مسلمانوں میں اس شرارت آمیز حملہ کی خبر پھیلتے ہی ایک آگ سی لگ گئی، انھوں نے متحد و منظم ہوکر اس حملہ کے مرتکبین کی سزا کا مطالبہ کیا۔" (اقتباس ختم)

اس سے اندازہ ہوگیا کہ پاکستان ایک قادیانی اسٹیٹ بنتا جارہا تھا لیکن پاکستان کا دوسرا حصہ یعنی مشرقی پاکستان میں ان کی دال نہیں گل رہی تھی اور اس کے لیے مغربی بنگال میں انھوں نے بہت سر اٹھا رکھا تھا۔ جیسا کہ کہا گیا چھٹے اور ساتویں دہے میں قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا تھا اور قصر خلافت سے احکام جاری ہوئے تھے کہ ہر قادیانی کم از کم ایک مسلمان کو ضرور قادیانی بنائے اور جس سے جتنا زیادہ ہوسکے تعداد بڑھانے کی کوشش کرے۔ ہندوستان میں ویسے بھی سیکولر اسٹیٹ ہونے کی وجہ سے آزادی مذہب کی آڑ میں بہت کچھ گنجائش تھی۔

۱۹۶۵ء میں مجھے بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ شاستری کی حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے فرقوں کو بڑھاوا دیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار پھیلے اور ان کو آسانی سے زیر کیا جاسکے۔ مجھے اپنے کام میں بھی اس قسم کی رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑا، دیوانگی اور جنون میں مجھے سنجیدگی سے اس پر غور کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

ماہنامہ الفرقان (ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ) کے اداریہ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے مشرقی پاکستان کی علاحدگی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ایک خاص بات جو وہاں (پاکستان) کے متعدد باخبر اور سیاسی ذوق رکھنے والے دوستوں سے مشترکہ طور پر معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ گزشتہ سال مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا وہ خود مغربی پاکستان کے بعض ارباب اقتدار کا بنایا ہوا منصوبہ اور پلان تھا" اس کی کچھ تفصیل اور وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہمارے ہاں قادیانی امت کو طویل المیعاد منصوبہ بندی اور دور رس پلان بنانے میں وہی کمال حاصل ہے جو یہودیوں کا امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان قائم ہوجانے کے بعد ہی قادیانی قیادت نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ حکومت اور خاص کر فوج کے اعلیٰ عہدوں پر ہمارے آدمی زیادہ سے زیادہ پہونچیں، وہ خاموشی سے اس منصوبہ کے مطابق مسلسل کام کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے آج حکومت کے اکثر اہم شعبوں پر قادیانی حاوی ہیں، فوج کے اعلیٰ عہدوں پر بھی وہ چھائے ہوئے ہیں۔ (اس سلسلہ میں انھوں نے بہت سے فوجی افسروں کے عہدوں کے ساتھ نام بھی بتلائے اور بتایا کہ یہ سب قادیانی ہیں)۔

انھوں نے بتایا (اور یہ بات راقم سطور کو بطور خود بھی معلوم تھی) کہ مشرقی پاکستان جس کو پاکستان کی آبادی میں واضح اکثریت حاصل تھی، قادیانی اثرات سے بالکل پاک تھا، قادیانیت جو کچھ ہے صرف ہمارے مغربی پاکستان میں ہے، قادیانی قیادت نے سمجھا اور صحیح سمجھا کہ مغربی اور مشرقی پاکستان جب تک ایک ملک رہیں گے ہم کو ملکی سیاست و حکومت پر غلبہ اور شاہ گری کا مقام حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے انھوں نے اب سے بہت پہلے یہ پلان بنایا کہ مشرقی پاکستان کو کسی طرح الگ کیا جائے اس کے لیے یہ راستہ اختیار کیا گیا کہ سیاسی اور اقتصادی معاملات میں مشرقی پاکستان کے ساتھ مسلسل ناانصافی کی گئی جس نے بنگالی لیڈروں کو مجبور کردیا کہ وہ اندرونی خود مختاری کا مطالبہ کریں اور اس کے بغیر مطمئن نہ ہوں

برسوں پہلے سے مشرقی پاکستان میں یہ فضا بن چکی تھی۔ اسی فضا میں الکشن ہوا۔ مجیب الرحمٰن کی پارٹی جس کے ۶ نکاتی منشور کی بنیاد سیاسی اور اقتصادی خود مختاری پر تھی اس کو قطعی اکثریت حاصل ہوگئی۔ اب الکشن اور جمہوریت کے اصول کے مطابق ان کو حکومت بنانے کا حق تھا۔ اگر ایسا ہوجاتا تو مغربی اور مشرقی پاکستان ایک ہی ملک رہتے اور ان کے رشتہ کو کاٹ دینے کا قادیانی منصوبہ کامیاب





نہ ہوسکتا، اس لیے ان قادیانی افسروں نے جو اسی موقع پر اپنے منصوبہ کو بروئے کار لانا چاہتے تھے۔ (اور ان کے ساتھ کچھ اور ایسے لوگ بھی ہوگئے، جو شرقی پاکستان کی علاحدگی میں اپنا مفاد سمجھتے تھے) ایسے حالات پیدا کیے اور یحییٰ خاں کو ایسے راستہ پر ڈالا جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان میں طوفان اٹھ کھڑا ہونا یقینی تھا چنانچہ ایسا طوفان اٹھا کہ بنگالی فوج اور پولیس تک باغی ہوگئی۔ اس پر قابو پانے کے لیے ہمارے ہاں سے فوج بھیجی گئی۔ اس فوج نے ایسا رویہ اختیار کیا، اور وہ حرکتیں کیں کہ مذہبی ذہن رکھنے والے وہ بنگالی جن کی بہت بڑی تعداد تھی جو وحدت کے حامی تھے اور شروع میں انھوں نے فوج کے ساتھ پورا تعاون کیا تھا ان کا ذہن بھی بدل گیا اور وہ علاحدگی کے حامی ہوگئے اور پھر فوج مقامی آبادی کے تعاون سے بالکل محروم ہوگئی اور یہی چیز آخر میں شکست کا باعث بنی۔ ایک صاحب نے پورے یقین کے ساتھ اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ فوج نے وہاں جو کچھ کیا وہ سب قادیانی افسروں کے احکام کے نتیجہ میں ہوا تھا اور انھوں نے اسی لیے کرایا کہ بنگالیوں کے دلوں میں مغربی پاکستان والوں کی طرف سے ایسی نفرت اور عداوت پیدا ہوجائے جس کے بعد اتحاد و یگانگت کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔ اور اس طرح بدقسمتی سے آخر کار وہ قادیانی منصوبہ کامیاب ہوگیا۔

پاکستان ہی کے ایک دوسرے بہت موقر دوست نے (جن کا تعلق وہاں کے اعلیٰ طبقہ سے ہے۔ بڑے دکھ کے ساتھ خود اپنا یہ واقعہ مکہ معظمہ ہی میں ایک لقمہ کے دوران بیان کیا کہ ستمبر ۱۹۷۱ء میں جبکہ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی جاری تھی اور حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے تھے میں خود اس ارادہ سے ڈھاکہ گیا کہ وہاں کے اپنے بعض بنگالی دوستوں سے مل کر صلح مصالحت کی کوئی راہ پیدا کی جائے، حکومت کے ایک بڑے عہدیدار جو میرے دوست تھے ان ہی کے ہاں میں نے قیام کیا اپنے ایک بنگالی دوست سے رابطہ قائم کرکے ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ فلاں فلاں دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں، انھوں نے مجھے بھی اور ان سب دوستوں کو بھی جن سے میں ملنا چاہتا تھا، اپنے ہاں کھانے پر مدعو کرلیا میں وقت پر پہونچا تو وہ سب دوست جمع تھے، انھیں معلوم ہوچکا تھا کہ میں کس مشن پر آیا ہوں۔ ان میں سے ایک بنگالی دوست نے جو ریٹائرڈ جج ہیں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے اور کیا ہو رہا ہے؟

اس کے بعد انھوں نے کہا اور آنکھوں سے آنسو گراتے ہوئے کہا کہ اتنی لڑکیاں فوجی افسروں کے لیے لے جائی گئی ہیں۔ میں ان کی یہ بات سن کر ششدر رہ گیا اور مجھے یقین نہیں آیا کہ ایسا ہوسکتا ہے، میں نے دوسرے دوستوں کی طرف دیکھا ان سب نے کہا واقعہ یہی ہے، اس کے بعد میں اس حال میں نہیں رہا کہ ان سے کوئی بات کرسکوں میں نے واپس آکر اپنے میزبان سے (جو حکومت کے بڑے عہدیدار تھے) اس بات کا ذکر کیا۔ ان کو اس سلسلہ میں کچھ معلوم نہیں تھا، انھوں نے اسی وقت فون کرکے ان صاحب کو بلایا جو فوجی معاملات کے بڑے ذمہ دار تھے، وہ آئے جب ان کے سامنے میں نے اپنے بنگالی دوستوں کے الزام کا ذکر کیا تو انھوں نے صرف تعداد کی تردید کی، اصل واقعہ کی نفی کی نہیں، اس کے بعد میں نے ان سے کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ان کے چلے جانے کے بعد میرے میزبان دوست نے کہا کہ یہ بات تو میرے علم میں بھی نہیں تھی، لیکن فوج جو کچھ علانیہ کررہی ہے۔ میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ یہ کیوں ہو رہا ہے اور یہ کون سی فوجی حکمت عملی ہے، اور اس کے بعد مشرقی پاکستان کس طرح ساتھ رہ سکتا ہے۔

پاکستان کے جن دوستوں نے یہ واقعہ بیان کیا انھوں نے تبلایا کہ ڈھاکہ میں جن بنگالی دوستوں سے میں نے ملاقات کی یہ سب وہ تھے جو پاکستان سے علاحدگی کے بارہ میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن ہماری فوج نے جو کچھ کیا اس نے ان سب کا ذہن بدل دیا تھا۔

ان صاحب نے قادیانیوں کا یا ان کے کسی منصوبہ کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی فوج اتنے غلط کام اس طرح نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کو اوپر کا حکم یا اشارہ نہ ہو، اس لیے قرین قیاس وہی ہے جو دوسرے دوستوں نے تبلایا کہ یہ سب کچھ ان قادیانی فوجی افسروں نے کیا اور کرایا جن کا مقصد اور منصوبہ ہی یہ تھا کہ مشرقی پاکستان کو مغربی سے کاٹ دیا جائے اور ان کے درمیان ایسی خلیج پیدا کردی جائے جس کو کبھی پاٹا نہ جاسکے اور وحدت دیگانگت کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ ع

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

(انتہی الفرقان) اللھم احفظنا من شرورھم

اس جگہ مناسب ہوگا کہ فضل محمد خاں مرزائی ڈپٹی سسٹنٹ فینانشیل ایڈوائزر آرڈیننس ڈپو راولپنڈی کا خط نقل کردیا جائے جس سے الفرقان کے بیان کی تائید ہوتی ہے، یہ خط ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء کو مرزا بشیر محمود کے نام لکھا گیا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، عالی جناب سیدنا مخدومی قبلہ گاہی حضرت خلیفۃ المسیح، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

التماس ہے کہ میں چار پانچ ماہ سے وارد راولپنڈی ہوا ہوں۔ جس قدر تبلیغی جمود اس شہر میں ہے وہ شاید کہیں نہ ہو، اس لیے درخواست ہے کہ شہر راولپنڈی جب کہ یہ آرمی ہیڈ کوارٹر بھی ہے اس میں تبلیغی ہیڈ کوارٹر بھی ہونا چاہیے۔ حضور کی توجہ کا محتاج

ہے۔ اس پر قبضہ ساری آرمی پر قبضہ کے مترادف ہے۔ حضور نے اس شہر کو بار بار ملاحظہ فرمایا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کو کیوں توجہ کے ناقابل سمجھا گیا ہے اول تو میں خود روحانی اور جسمانی کمزوریوں سے پریشان ہوں لیکن ماحول سے متاثر ہوتا ہوں۔ حالات یہ چاہتے ہیں کہ ہر احمدی پہلے سے زیادہ چست ہو۔ لیکن دفوعہ یہ ہے کہ ہر احمدی پہلے سے سست ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مجھ پر بھی اثر ہے میں ایک عام احمدی کی طرح کہ جتنی وہ کوشش کرسکتا ہے کرتا رہتا ہوں اور ہر ماہ سال رواں میں اوسطاً ایک بہت بھی کروا دیتا ہوں لیکن مالی طور پر خوش حال نہیں ہوں۔ تالیف و تربیت تو مبایعین کے لیے ضروری ہے۔ جس کے ناقابل ہونے کی وجہ سے کوشش معطل ہو جاتی ہے بے حد ذہنی پریشانی ہوتی ہے۔ آدھی درجن سے زیادہ میجر، کیپٹن، کرنل وغیرہ ہیں سب کے سب ماشاء اللہ ہوش مند ہیں لیکن تبلیغی کارگزاری نہیں ہے، میں دفتر میں بہت پرانا ملازم تھا اور خدا کے فضل و رحم کے ماتحت گزیٹڈ افسر ہوگیا ہوں اس لیے غیر احمدی حکام کا ایک بڑا حصہ میرے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہتا ہے۔ پارٹی بازی اور خویش پروری میں مبتلا ہے۔ اب اگر میں پنشن ہو جاؤں تو پنشن میں کافی فائدہ ہوگا لیکن خدا محفوظ رکھے اگر ریٹائرمنٹ میں آگیا۔ تو بے حد پریشانی ہوگی، حضور سے التجا ہے کہ میرے لیے دعا فرمادیں کہ مولا کریم مجھے ہر قسم کے آفات و حادثات سے محفوظ رکھے۔ میری سب روحانی اور جسمانی کمزوریوں کو دور فرمائے اور مجھ پر اپنی رضا کی راہیں کھول

دے اور ہر قسم کی قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور کا ادنیٰ خادم

فضل محمد خاں احمدی راولپنڈی۔

اس کے ساتھ ہی ایک واقعہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے ہی الفاظ میں سن لیجئے۔

"رمضان کے دن تھے میں روزے کی حالت میں اپنی مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحب مسجد میں آئے اور مجھ سے کہا کہ آپ نے ہماری جماعت کا لٹریچر پڑھا ہے؟ میں نے پوچھا کون سی جماعت؟ تو انھوں نے بتایا" جماعت احمدیہ" میں نے کہا قادیانی جماعت کا لٹریچر نہ میں نے پڑھا ہے اور نہ ہی پڑھنا چاہتا ہوں وہ شخص بڑے متکبرانہ لہجہ میں کہنے لگا آپ کو پڑھنا پڑے گا اور اگر آپ نہیں پڑھیں گے تو آپ کو ملک چھوڑنا پڑے گا۔" (منقول از ہفت روزہ "حکومت" حیدرآباد) سندھ جلد ۵ نمبر ۹۲ مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۵۱ء۔

(اللھم احفظنا من شرورھم

# سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال:۔ اذان کے بعد مسجد سے نکلنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب:۔ اذان کے بعد بغیر عذر کے مسجد سے نکلنا ممنوع ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جب تم مسجد میں موجود ہو اور اذان ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلے۔ (احمد)

سوال:۔ کیا جنازہ عورتیں اٹھا سکتی ہیں؟

جواب:۔ نہیں جنازہ خواہ مرد کا ہو یا عورت کا اسے صرف مرد اٹھائیں گے عورتیں نہیں اٹھائیں گی۔

سوال:۔ کیا والد اپنی پوری جائداد ایک لڑکے کو شرعاً دے سکتا ہے؟

جواب:۔ حالت صحت میں والد اپنی پوری جائداد ایک لڑکے کو شرعاً دے سکتا ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال:۔ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ نیز اسے غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ اس کی نماز جنازہ ہر میت کی طرح پڑھنا ضروری ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص چھتری میں او پر یا نیچے چاندی سونا، تانبا، پیتل یا لوہا استعمال کرے تو از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے بشرطیکہ سونا اور چاندی دستہ کی جگہ میں نہ ہو۔

**بقیہ:۔ سمرقند و بخارا**

اب اسکے سامنے اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں جو مداوا بنے لیکن ابھی اسلام کا تعارف کرانے والے کم ہیں، مسلمانوں کی عظمت رفتہ لوٹنے کا اصل ذریعہ ان کا اپنا آپسی اتحاد صحتمندانہ و دانشمندانہ اور مخلصانہ جہد و عمل ہے یہ خوبیاں جہاں جتنی ہیں انہی کے مطابق مستقبل کا تصور کیا جا سکتا ہے





# جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور اعظم گڈھ میں ایک عظیم دینی و علمی اجتماع

مولانا تقی الدین صاحب مظاہری ندوی

جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے ارکان و محبین کا عرصہ سے پیہم اصرار تھا کہ یہاں پر ایک بڑا جلسہ کیا جائے جس میں اکابر علماء و مشائخ کو مدعو کیا جائے۔ عام طور پر یہ جلسے مدارس کے تعارف کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ مگر یہ ناچیز وقت کا منتظر تھا اسلئے کہ تعمیری کام جاری ہے، اور تعلیمی نظام میں قدرے استحکام کی ضرورت تھی اس جامعہ کے قیام کی مدت ۴، ۵ سال ہے اس عرصہ میں ہمارے اکابر و مشائخ کی آمد و تشریف آوری کا سلسلہ قائم رہا ہے۔

بہر حال ۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو باقاعدہ اعلان کرادیا گیا۔ اس میں شرکت کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہ العالی سے پہلے ہی سے وقت لے لیا گیا تھا۔ مگر بعض وجوہ سے پروگرام وقت پر ہونے میں تردد ہو رہا تھا۔ جلسے سے ایک ہفتہ پہلے تردد رفع ہوا، ابوظبی سے اس ناچیز نے اپنے لڑکے ڈاکٹر ولی الدین ندوی سلمہٗ کو بھیجا کہ وہاں پر انتظام کیا جائے؟ میں خود بھی جلسہ میں شریک ہونگا ہمارے لوگوں نے غیر معمولی محنت کر کے جو تعمیری کام مہینوں میں ہوتا وہ ہفتہ بھر میں کروالا اور اجتماع کا پورا انتظام کرلیا۔ جلسہ گاہ کو اچھی طرح سجایا۔

بلاشبہ یہ جامعہ اسلامیہ اعظم گڈھ شہر سے دور ہے نہایت بارونق و بدفضا مقام پر واقع ہے اور ہر آنے والے کے لئے اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے۔ شہری آبادی سے دوری کی وجہ سے کسی بڑے اجتماع کا اتنی عجلت میں خیال نہ تھا۔

مگر ہمارے بزرگوں کی کشش سے غیر معمولی اجتماع ہوگیا۔ مجمع کا اندازہ ۹، ۱۰ ہزار لگایا گیا۔ جلسے کے اختتام کا اعلان ۱۰ بجے رات میں کیا گیا تھا۔ مگر ۲ بجے جلسہ ختم ہوگیا اسلئے ہزاروں آدمی واپس چلے گئے۔ اور افسوس کرتے رہے۔

ضلع اعظم گڑھ و مئو و جونپور و فیض آباد و الہ آباد کے علماء و طلبہ کی خاصی تعداد جلسہ میں شریک ہوئی۔ اسی طرح یہ خواص کا اجتماع بھی ہوگیا۔

ہماری دعوت کے بغیر اخباری نمائندے بھی خاصی تعداد میں آگئے تھے جلسہ بڑے سکون و وقار کی عجیب کیفیت تھی۔ دعا کے بعد بھی لوگ اٹھنے کو تیار نہ تھے۔

مسلمانوں کے علاوہ مقامی غیر مسلموں نے بھی جلسہ میں شرکت کی اور انتظامی کاموں میں ہاتھ بٹایا جلسہ کے آغاز میں تلاوت قرآن اور طلبہ کے پروگرام کے بعد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہ اور آخر میں حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے بیان و دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ عنوان مولانا اختر عالم صاحب مظاہری پروگرام کو چلا رہے تھے۔ پوری تفصیل کتابی صورت میں جامعہ کی طرف سے شائع کی جائے گی۔

ذیل میں اس موقع پر پیش کیا گیا قرارداد کا خطبۂ استقبالیہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرات مشائخ عظام و علماء کرام و حاضرین مجلس!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڈھ میں آپ حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے ہمارا دل خوشی و مسرت سے لبریز ہے۔ آج ہمارے درمیان ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں جو ہمارے لئے اور ہمارے ملک کے لئے بلکہ پوری دنیائے اسلام کیلئے باعث صد افتخار ہیں۔

ہم ان سب حضرات کے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے اپنے قیمتی اور مصروف ترین اوقات میں ہماری دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔

ہمارا یہ ضلع جو کبھی جونپور کا حصہ رہا ہے تاریخ میں شیراز ہند کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، یہ ہمیشہ علماء و فضلاء کا مرکز رہا ہے، اس سرزمین میں بڑے بڑے اہل فضل و کمال پیدا ہوئے جنھوں نے تاریخ میں نقوش چھوڑے ہیں، انھیں کی برکات ہیں کہ اس ضلع میں مدارس دینیہ اور علمی مراکز کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ نیز اس علاقہ میں بڑے بڑے صوفیائے کرام و اولیاء اللہ بھی تشریف لائے ہیں اور انھوں نے اس علاقہ کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ اور ہزاروں بندگان خدا ان کی ایمانی دعوت و صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ ہمارے ضلع کا علاقہ جہاں جامعہ اسلامیہ قائم ہے۔ اس کے غربی جانب ایک میل کے فاصلے پر حضرت شاہ فتح قلندرؒ صاحب کا قیام تھا جو گیارہویں صدی کے ایک اہم شیخ طریقت تھے، اس جگہ انھوں نے ایک اہم روحانی و دینی مرکز قائم کیا تھا۔ اور جامعہ کے مشرقی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک نقشبندی بزرگ کا مسکن ہے جو اپنے نفس روحانی سے دلوں

میں حرارت و گرمی پیدا کرتے رہے ہیں۔

اس نئے اس جامعہ کا قیام کسی جذباتی تأثر کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے قیام کے لئے ہمارے بزرگوں کی توجہات و دعاؤں کے ساتھ ان کا حکم اور واضح اشارے بھی شامل ہیں۔

آج سے تقریباً ۷۰ سال پہلے ہمارے مرشد و استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے اس ناچیز کے نام اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ آپ کے یہاں کا مکتب ایک بڑے مدرسہ میں تبدیل ہو جائے

ادھر تقریباً ۱۵ سال سے ہمارے بہت سے دوستوں کا یہاں ایک بڑے مدرسہ کے قیام پر اصرار تھا مگر میں اس کے بارے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ آج سے پانچ سال پیشتر اچانک حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہٗ کا گرامی نامہ پہونچا جس میں حضرت مولانا نے تین باتیں تحریر فرمائی تھیں۔ ان میں ایک بات زور دیکر لکھی تھی کہ اپنے وطن میں ایک اچھا مدرسہ قائم کریں، اس گرامی نامہ نے جو چنگاری میرے دل میں تھی اس کو شعلہ بنا دیا۔

گرمیوں کی چھٹی میں جب ہندوستان آیا تو تاسیس و تعمیر کی فکر پیدا ہوئی۔

چونکہ ہمارے ضلع میں ماشاء اللہ متعدد بڑے مدارس ہیں اسلئے خیال ہوا کہ یہاں پر دار العلوم ندوۃ العلماء جس کا اعظم گڈھ سے اور اس ناچیز سے خصوصی تعلق ہے، اور اس کی ترقی و شہرت میں یہاں کا بڑا حصہ رہا ہے۔ اس لئے اس علاقہ میں ایک ایسے مدرسہ کی ضرورت ہے جو اپنے فکر و منہج اور نصاب تعلیم میں ندوۃ العلماء کے تابع ہو۔ اور اس کے طرز پر ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدنیہ منورہ سے مشورہ کیا۔ بالخصوص حضرت مولانا محمد رابع ندوی صاحب سے کثرت سے مشورے کرتا رہا۔ ان اکابر کی ہمت افزائی کے بعد حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہٗ جن کی اس ناچیز پر خصوصی شفقتیں ہیں، حضرت مدظلہٗ سے پوری تفصیل بیان کی انھوں نے جگہ کا انتخاب فرمایا۔

سنگ بنیاد کیلئے مرشدنا بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی نور اللہ مرقدہ کو دعوت دی تھی حضرت مولانا اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ مگر حضرت کی دعا و توجہ برابر ہمارے ساتھ رہی۔ اسلئے اگست ۱۹۸۹ء میں اس کا آغاز کر کے ابوظبی واپس چلا گیا۔ اور اس کی تاکید کر دی کہ دو چار کمرے تعمیر ہو جائیں تو تحفیظ القرآن کا سلسلہ ضرور قائم کر دیا جائے، چنانچہ ہمارے لڑکے ڈاکٹر ولی الدین ندوی سلمہٗ نے ۱۶ر شوال بروز شنبہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۲ر مئی سنہ ۱۹۹۱ء کو ایک مختصر جلسہ کر کے اس کا آغاز کر دیا جب اگلے سال عمارت کا تحتانی حصہ کافی حد تک تیار ہو گیا تو باقاعدہ اعلان کیا گیا کہ ہمارے یہاں شوال سے حفظ و تجوید کے علاوہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق درجہ اعدادیہ سے لیکر درجہ عربی چہارم تک کے طلبہ کی تعلیم کا انتظام ہے، چنانچہ شوال میں ۱۲۵ طلبہ آگئے، درجہ چہارم عربی میں چھ طلباء تھے۔ جنھوں نے شعبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے امتحان میں شرکت کی، دوسرے سال ۱۵۰ طلبہ اور تیسرے سال جو سال رواں ہے تقریباً دو سو طلبہ درجہ عربی پنجم عربی تک کے موجود ہیں، آئندہ سال درجہ عربی ششم کھولنے کا ارادہ ہے انشاء اللہ تعداد اور بڑھے گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

جامعہ کی طرف سے ایک رسالہ "العرفان" کے اجراء کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے۔ مگر بعض مصالح کے پیش نظر سر دست اس کو موخر کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح جامعہ میں ایک عمدہ و چیدہ کتابوں کا کتبخانہ قائم ہے جس میں تقریباً چار ہزار کتابیں ہیں اور چیدہ کتابوں کا ایک مجموعہ وہاں عنقریب پہونچنے والا ہے۔

آخر میں آپ تمام حضرات کی تشریف آوری پر ہم شکر گذار ہیں ہمیں اس کا احساس ہے کہ ہمارے انتظامات آپ کے شایان شان نہیں ہیں امید ہے کہ ہماری تقصیرات و کوتاہیوں کو اپنے دامن عفو میں جگہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ جامعہ ہمیشہ آباد رہے۔ اور آپ حضرات کی دعائیں و توجہات اس کی طرف بھی مرکوز رہیں۔

## اعلان

### ضرورت اساتذہ

جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور ضلع اعظم گڈھ شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء کے لیے دو ایسے استاذوں کی ضرورت ہے جو ادب عربی کا ذوق رکھتے ہوں۔ اور ادبی کتابیں پڑھا سکیں۔

ایک ایسے استاذ کی ضرورت ہے جو مشکوٰۃ شریف پڑھا سکیں۔ دار الافتاء کے لیے فقہ سے مناسبت رکھنے والے ایک عالم دین کی ضرورت ہے تنخواہ کا تعین صلاحیت کے اعتبار سے ہوگا۔

خط و کتابت کا پتہ:۔

مہتمم جامعہ اسلامیہ مظفر پور
پوسٹ قلندر پور، اعظم گڈھ (یو۔پی)

## دعائے مغفرت

حاجی حبیب الرحمٰن خاں صاحب جو حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم سے بڑا تعلق و محبت رکھتے ہیں، اور بڑے دیندار اور مخیر ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ کا ۲۹ر دسمبر ۹۳ء کو بدھ کے دن لکھنؤ، بلرام پور ہاسپٹل میں انتقال ہو گیا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا دامت برکاتہم نے رائے بریلی میں پڑھائی اور وہیں تدفین عمل میں آئی، غفر اللہ لہا و رفع درجاتہا۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔





# مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● ناروے کے ایک ماہر نفسیات رودن اسٹولیڈ جو بوسنیا کے بچوں پر جنگ کے اثرات کا جائزہ لینے گئے تھے ان کے بیان کے مطابق بوسنیائی بچوں کو جنگ کے بارے اتنا تجربہ اس مدت میں ہو گیا ہے کہ ہم مغرب والوں کو پوری زندگی میں بھی اتنا تجربہ نہ ہو گا۔ یہ بچے ہتھیاروں کے بارے میں اتنے ماہر ہو گئے ہیں کہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ گولی کس طرف سے چلی ہے یا گولہ توپ کا ہے یا ٹینک کا اور گولہ کا سائز کیا ہے۔ ان کی مہارت دیکھتے ہوئے سربیوں میں کافی بے چینی پائی جاتی ہے اور مستقبل میں ان کو بہت بڑا خطرہ تصور کر رہے ہیں

● آسٹریلیا میں اسلامی تنظیموں کی مشترکہ کونسل کی طرف سے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق آسٹریلیا میں ۱۴۰ مساجد ہیں اور کافی تعداد میں مسلمان ملبورن، سڈنی اور نیو ساؤتھ ویلز میں آباد ہیں اور ملک کے مختلف حصوں میں ۱۰۰ اسلامی کونسلیں مسلمانوں کے دینی امور کی دیکھ بھال اور اسلام کی تبلیغ کیلئے کام کر رہی ہیں۔

● مصری حکومت اب اسلام پسندوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرنے میں ناکام نظر آ رہی ہے۔ اس کا انکشاف مصر کا مشہور اخبار "الاہرام" نے کیا ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ مصری حکومت بوکھلاہٹ میں اخبارات کے خلاف کارروائی شروع کر دی ہے اور صحافیوں کو حراست میں لے لیا ہے۔ حکومت اپنا توازن کھوتی نظر آ رہی ہے۔

● سعودی عرب کے شاہ فہد بن عبد العزیز اور چھ ملکی خلیجی تعاون کونسل کے دیگر لیڈروں نے علاقائی سلامتی کو مستحکم بنانے کے منصوبے کو منظوری دے دی ہے جس میں سریع الحرکت فورس کی طاقت کو دوگنی کرنا اور مزید اواک طیاروں کی خریداری شامل ہے۔ اس پلان پر تقریباً ۶ ارب ڈالر کا صرفہ آئے گا

● امریکہ کی ایک اسلامی تنظیم کے زیر قیادت امریکی مسلمانوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قومی اور سرکاری تقریبات میں صرف یہودی اور عیسائی شعار کے اظہار پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسلامی شعار کو نمایاں طور ظاہر کرے کیونکہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد دوسرے نمبر پر ہے ایسا نہ کرنا امریکی دستور اور جمہوریت کے خلاف ہے۔

● سعودی عرب کی تاریخی مسجد قبا اب ۱۳۳۲ مربع میٹر سے بڑھکر ۶۰۰۰ مربع میٹر ہو گئی ہے مسجد کا تاریخی طرز تعمیر بھی باقی رکھا گیا ہے اس میں ۶۵ گنبد اور ۴۲ میٹر بلند مینارے تعمیر کئے گئے ہیں مسجد کو مکمل ایئر کنڈیشنڈ کیا گیا ہے۔

● ملیشیا کے وزیر اعظم نے اسلامی ملکوں کو سیاسی طور پر مضبوط بنانے کی اپیل کی ہے انھوں نے کہا کہ ایک مسلمان ملک کے لئے آزادی اور بہتر انتظام و عدل انصاف ہی اچھی پیش رفت ہے انھوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک ترقی یافتہ شمار ہونگے جب تک ہماری دفاعی طاقت ترقی یافتہ ممالک کے ہمسر نہ ہو گی۔ کیونکہ کمزوری جارحیت کو دعوت دیتی ہے۔

بقیہ: نماز سنت کے مطابق....

کہ بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ حلقہ بنائیں چھنگلی اور اس کے برابر والی انگلی کو بند کریں اور شہادت کی انگلی کو اس طرح اٹھائیں کہ انگلی قبلے کی طرف جھکی ہوئی ہو، بالکل سیدھی آسمان کی طرف نہ اٹھانی چاہئے۔ (۴) "الا اللہ" کہتے وقت شہادت کی انگلی تو نیچے کر لیں لیکن باقی انگلیوں کی جو ہیئت اشارے کے وقت بنائی تھی، اس کو آخر تک برقرار رکھیں۔

**سلام پھیرتے وقت:۔** ۱۔ دونوں طرف سلام پھیرتے وقت گردن کو اتنا موڑیں کہ پیچھے بیٹھے آدمی کو آپ کے رخسار نظر آ جائیں۔ (۲) سلام پھیرتے وقت نظریں کندھے کی طرف ہونی چاہئیں ۳۔ جب دائیں طرف گردن پھیرے کہ "السلام علیکم و رحمۃ اللہ" کہیں تو یہ نیت کریں کہ دائیں طرف جو انسان اور فرشتے ہیں انکو سلام کر رہے ہیں، اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بائیں طرف موجود انسانوں اور فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کریں

**دعا کا طریقہ:۔** ۱۔ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے جائیں کہ وہ سینے کے سامنے آجائیں دونوں ہاتھوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ ہو، نہ ہاتھوں کو بالکل ملائیں اور نہ دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھیں۔ (۲) دعا کرتے وقت ہاتھوں کے اندرونی حصے کو چہرے کے سامنے رکھیں۔

مسجد کے آداب اور عورتوں کی نماز کی تفصیلات اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

# ندوہ کے شب و روز

محمد ابوالبقا

الحمدللہ دارالعلوم کی پڑھائی کا سلسلہ شباب پر ہے۔ اساتذہ اسباق کی تکمیل میں جانفشانی سے کام لے رہے ہیں۔ اور طلبہ سالانہ امتحان کے قریب ہونے کی وجہ سے..... پوری توجہ کے ساتھ اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہیں۔ اسی ماحول میں یہاں کی انجمنوں کا سالانہ انعامی مقابلہ بھی کتابت وخطابت کا منعقد ہورہا ہے اور طلبہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ وہ میدان ہے جو علمی، فکری اور تربیتی غذا فراہم کرتا ہے۔

## انجمن الاصلاح رواق سلیمانی

سابقہ سالوں کے مقابلہ میں کہیں آن بان اور شوق وجذبہ کے ساتھ ۲۸ر جمادی الاخری سے ۲ر رجب ۱۴۱۴ھ تک مسلسل اس کے پروگرام ہوتے رہے۔ اور مختلف بڑے اساتذہ نے جلسوں کی صدارت فرمائی اور طلبہ کو مفید مشورے دیئے۔ اس سلسلہ میں محمد تعلیمات ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے طلبہ کو مفید باتیں بتائیں انھوں نے علم دین اور علماء کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ علم دین ہی دنیا میں وہ دولت ہے جس کی زیادتی کے حصول کے لیے دعا سکھائی گئی ہے۔ "وقل رب زدنی علماً"۔ اسی طرح استاد محترم مولانا رابع صاحب ندوی اور مولانا سعید الرحمن صاحب ندوی مولانا عبداللہ حسنی ندوی، مربی الاصلاح مولانا شمس الحق صاحب ندوی نے بھی خطابت کے اس پروگرام میں شرکت کی اور خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔ اور مستقبل کے لیے مفید مشورے بھی دیئے۔ جب سب مقابلے ہوچکے تو ۹ر رجب ۱۴۱۴ھ بروز جمعرات بعد نماز مغرب حضرت مولانا مدظلہ العالی کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس موقع پر اکثر اساتذہ کرام نے..... شرکت فرمائی..... حضرت مولانا نے کامیاب ہونے والے طلبہ کو مبارکبادی اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج حالات ایسے پرخطر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی سننے میں نہیں آئے تھے۔ خود مرکز اسلام کے رہنما دین سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اور عالم اسلام کو یہودی شکنجے میں جکڑ دیا گیا ہے اس موقع پر ضرورت ہے کہ آپ تیار ہوں اور یہاں کے مواقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور جس طرح آج آپ کو یہاں انعام کا مستحق قرار دیا گیا ہے آپ کوشش کریں تاکہ آخرت میں بھی اول انعام کے مستحق قرار دیئے جائیں۔ حسب ذیل طلبہ نے انعام حاصل کیے۔

بزم خطابت علیا:۔ اول محمد سعید امپوری دوم محمد قسیم۔ سوم عبداللہ نیپالی۔ سعید الحسن

بزم خطابت سفلی:۔ اول محمد نجیب۔ دوم محفوظ الرحمن۔ سوم نعمت اللہ۔

بزم سلیمانی علیا:۔ اول قمر الزماں۔ دوم عبداللہ نیپالی۔ سوم خالد احمد قادری۔

بزم سلیمانی سفلی:۔ اول قاضی زید احمد۔ دوم سخاوت حسین۔ سوم عبدالحی۔

## انجمن الاصلاح معہد القرآن

اس کے تحت بھی دو دنوں تک انعامی مقابلہ ہوئے اور حضرت مولانا کی صدارت میں ۸ر رجب بروز بدھ بعد نماز مغرب تقسیم انعام کا جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا نے طلبہ کو کتابوں کے طاق میں سجانے کے بجائے دل میں سجانے کا مشورہ دیا۔ حسب ذیل طلبہ انعام کے مستحق قرار پائے۔

بزم خطابت علیا:۔ (۱) رضوان اختر (۲) سید طلحہ (۳) عبدالقدیر۔ سفلی (۱) سیف الاسلام (۲) نظر الاسلام (۳) رضاء الحق۔

بزم سلیمانی علیا:۔ (۱) رضوان اختر (۲) سید طلحہ (۳) عبدالقدیر۔ سفلی (۱) محمد ذوالقرنین (۲) فیض الرحمن (۳) شہباز خان

## جمعیۃ الاصلاح کا انعامی جلسہ

اس سلسلہ کا سب سے آخری پروگرام الاصلاح کلاں کا انعامی مقابلہ تھا جو سال گذشتہ کی طرح امسال بھی منعقد ہوا اور اختتام پذیر ہوا۔ اور حسب ذیل طلبہ مستحق انعام ہوئے۔

بزم خطابت علیا:۔ (۱) شاہد حسین (۲) خورشید جمال صادق (۳) محمد سلیم۔

بزم خطابت سفلی:۔ عامر حسین (۲) محمد حمزہ (۳) محمد نوشاد۔

بزم سلیمانی علیا:۔ عرفان دانش (۲) شاہد حسین (۳) احسان اللہ خاں۔

بزم سلیمانی سفلی:۔ (۱) عثمان حسن (۲) سمیع احمد (۳) عامر حسین۔

## تعزیتی جلسہ

۲۵ر شعبان ۱۴۱۴ھ کو دفتر تعمیر حیات میں مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب کی صدارت میں مولانا بشیر حسین صاحب کے انتقال پر ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مولانا محمد خالد غازی پوری نے مولانا کی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور پھر مولانا کے ایصال ثواب کے بعد دعائے مغفرت کی گئی۔






# الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام

(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ۱-۸)

اسلامی تاریخ کا ہر شناسا اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ ہندوستان عالم اسلام کی طلائی زنجیر میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے اور اسلامی افکار وعلوم میں اپنا خصوصی کردار ادا کرچکا ہے، ہندوستان میں اسلامی ثقافت میں اس وقت برگ وبار آئے جب سارا عالم اسلام خزاں کی لپیٹ میں تھا اور علم وادب اور فکر وفن کی دنیا میں ہر طرف انحطاط وزوال چھایا ہوا تھا، لیکن متعدد وجوہ سے ہندوستان، عرب اور بیرونی ممالک کے مؤرخین کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا، مولانا حکیم سید عبدالحئی صاحبؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء متوفی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) کی کتاب "نزهة الخواطر" (عربی) اس لحاظ سے اسوقت تک سب سے بڑا جامع اور وسیع تذکرہ ہے، جو ہندوستان کے کسی مصنف کے قلم سے نکلا ہے، اولاً وہ کسی خاص طبقہ اور صنف کے ساتھ مخصوص نہیں، اس میں علماء ومشائخ، سلاطین وامراء، شعراء وادباء اور ہر صنف فن کے اہل کمال دوش بدوش اور پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں، ثانیاً اس کا تعلق کسی خاص تاریخی عہد اور صدی سے نہیں، بلکہ مسلمانوں کے داخلۂ ہند سے اپنے عہد (چودھویں صدی ہجری۔ بیسویں صدی عیسوی) تک کے اعیان ومشاہیر کا تذکرہ ہے، تراجم اور تذکروں کی مجموعی تعداد چار ہزار پانچسو چودہ (۴۵۱۴) تراجم سے کچھ زیادہ ہی ہے، یہ پورا سلسلہ (مکمل آٹھ جلدیں) (۳۲۴۰ صفحات میں آیا ہے۔ اس کتاب کے نزهة الخواطر کے نام سے دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد سے دو ایڈیشن نکلے، اسکو زیادہ عام فہم اور موضوع کی نوعیت پر روشنی ڈالنے والے نام "الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام" کے نام سے اعلیٰ عربی ٹائپ میں شایع کیا گیا ہے، اس علمی خزانہ اور کتاب نہیں بلکہ ایک مستقل کتب خانہ اور ذخیرۂ معلومات (جس سے علمی وتحقیقی کام کرنیوالے کسی طرح بے نیاز اور مستغنی نہیں ہوسکتے) کسی مکتبہ ولائبریری اور تحقیقی ادارہ کا خالی ہونا ایک بڑا علمی خلا اور نقص ہے، کتاب اپنے مکمل سیٹ (۸ جلدیں) کے ساتھ خریدی جاسکتی ہے، جسکی قیمت بارہ سو روپے (۱۲۰۰) ہے کوئی جلد تنہا نہیں خریدی جاسکتی، صرف قیمت کتاب پیشگی بھیجکر کتاب منگوانے پر مصارف ڈاک کی خصوصی رعایت کے ساتھ کتاب رجسٹرڈ بھیجی جائے گی۔

ملنے کا پتہ:۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء لکھنؤ

# تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ


## عبرت و حسرت

جاؤ اور قبرستان والوں سے پوچھو، دولت سے کھیلنے والے اور عیش و تنعم میں زندگی گذارنے والے خاک کا پیوند ہیں تم کو یہ شہر خموشاں بتائے گا۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فَاكِهِيْنَ كَذَالِكَ وَاَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ ۝

بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور گھر خاصے اور اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے یوں ہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے۔

کہو گے قبر والے کب بولتے ہیں میں کہتا ہوں قبر والے زبانِ حال سے نہیں زبانِ قال سے بولتے ہیں سننے کی طاقت ہونی چاہیئے۔ صلاحیت اور مناسبت ہونی چاہیئے جس طرح اس دنیا میں دور دراز علاقہ کی بات آپ ٹیلیفون اور لاسلکی سے سنتے ہیں مگر کب جب آپ ریسیور یا آلہ سماعت اپنے کانوں سے لگاتے ہیں اسی طرح قبر والوں کی بولی سننے کیلئے بھی ایک ریسیور کی ضرورت ہے اور وہ ہے قرآن کریم اس کے ذریعہ سنو تو سن سکو گے۔ قبر والے کہہ رہے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔

يَا وَيْلَتٰى قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِيْنَ ۝

ہائے کم بختی ہماری ہم بے خبر رہے اس سے بلکہ ہم تھے گنہگار۔ شاہ محمد یعقوب مجددی

ماخوذ: صحبتے با اہل دل


۲۵ جنوری ۱۹۹۴ء — سالانہ چندہ ۱۰۰/- — فی شمارہ ۵/- روپے



Regd. No. LW/NP56

Office : 385538
Princi : 72336
G. House : 73864

# TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)



لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ۔ عرق گلاب و دیگر عرقیات کی ایک قابلِ اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط و کتابت کا پتہ۔

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس۔ چوک لکھنؤ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک لکھنؤ

IZHAR AHMAD & SONS PERFUMERS TRADE MARK CHOWK-LUCKNOW 226003

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar,
Bombay 400003
Tele.: Add Cupketle Tel.
3762220/3728708
Tel.: (R) 3095852

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کے لیے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر۔ ۲۶۷۹۱۰ ..... 267910


## منصرم صاحب دارالعلوم کا اظہار تشکر

ہماری اہلیہ کے حادثۂ انتقال کی خبر تعمیر حیات میں پڑھ کر اہل تعلق اور ندوی برادری کے کثرت سے تعزیتی خطوط آئے، فرداً فرداً جواب لکھنا مشکل تھا، ہم ان تمام حضرات کے شکرگذار ہیں، جنھوں نے خطوط لکھے اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔